

ایک بار اور بھی بطحا سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجدِ اقصیٰ تیرا

مدیرِ اعلیٰ:
صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری





بخدمت جمیع برادرانِ اسلام---السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا اپنا ادارہ، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور شریف، اللہ تعالیٰ ﷻ کے فضل وکرم، رسول اللہ ﷺ کے لطف وعنایت اور حضرت سیدی فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی قدس سرہ العزیز کی باطنی توجہات سے علوم دینیہ کے فروغ کے لیے مصروف عمل ہے---اس وقت بحمداللہ تعالیٰ یہاں سیکڑوں زیرتعلیم طلبہ وطالبات، قدیم وجدید علوم سے مستفیض ہورہے ہیں، جن کی خوراک، رہائش، علاج، تعلیم، اساتذہ وعملہ کے مشاہرات اور دیگر ضروری لوازمات پر نہایت کفایت شعاری کے باوجود (تعمیراتی اخراجات کے علاوہ) لاکھوں روپے ماہانہ خرچ ہورہے ہیں---

صرف سٹاف کی تنخواہوں کے لیے چار لاکھ پچھتر ہزار روپے ماہانہ درکار ہوتے ہیں، جب کہ بجلی، گیس اور ایندھن پر تقریباً آٹھ لاکھ روپے ماہانہ صرف ہوتے ہیں---ادارہ کے بجٹ کا بڑا حصہ طلبہ کی خوراک پر صرف ہوتا ہے، چناں چہ سبزی، گوشت، دال، گھی اور مصالحہ جات پر چھ لاکھ ساٹھ ہزار (660,000) روپے ماہانہ خرچ ہورہے ہیں---طلبہ کی خوراک کے لیے تیرہ سو من گندم (مالیتی باون لاکھ روپے) اور ناشتہ کے لیے دوسو پچاس من چاول (مالیتی پچیس لاکھ روپے) درکار ہوتے ہیں---متفرق اخراجات سمیت اکتیس لاکھ پچیس ہزار (3,125,000) روپے ماہانہ اور تین کروڑ پچھتر لاکھ (37,500,000) روپے سالانہ مصارف ہیں---

یہ بات بھی آپ کے علم میں ہوگی کہ طلبہ کی تعلیمی اور رہائشی ضروریات کے لیے تین منزلہ جدید عمارت کا سٹرکچر تیار ہوگیا ہے---مشرقی جانب کی مکمل عمارت، ضروری تیاری اور فنشنگ کے لیے تقریباً دو کروڑ (20,000,000) روپے مزید درکار ہیں---

اندریں حالات اخراجات میں دارالعلوم کو آپ ایسے مخلص، جاں نثار اور اہلِ درد کی توجہ اور دینی جذبہ رکھنے والے مخیّر حضرات کے مالی تعاون کی بے حد ضرورت ہے---

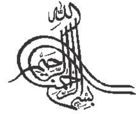
حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز سے قدیمی تعلق وعقیدت اور علوم اسلامیہ سے محبت کے پیشِ نظر آپ کی اخلاقی و دینی ذمہ داری ہے کہ خصوصی دل چسپی سے اپنے مدرسہ کی بھرپور معاونت فرما کر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانانِ گرامی طلبائے کرام کی کفالت میں حصہ لینے کی سعادت حاصل کریں---آپ کے عطیات (عشر، زکوٰۃ، نقدی، چاول، گندم، مکئی ودیگر غلہ جات اور صدقہ وخیرات) یقیناً آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت اور صدقۂ جاریہ ثابت ہوں گے، ان شاء المولیٰ تعالیٰ

والسلام

(صاحب زادہ) محمد محبّ اللہ نوری

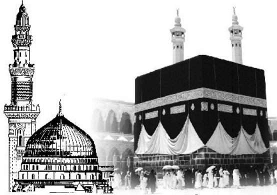
مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور شریف (اوکاڑا)

موبائل نمبر: 0300-4321088



قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ 

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ



ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور

Regd No. PS | CPL - 25 ISSN 1993-4238

زیر ظل عاطفت

فقیہ اعظم حضرت مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ

بانی دار العلوم حنفیہ فریدیہ و ماہنامہ نور الحبیب

ربیع الآخر - جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ جلد نمبر 35

نومبر 2023ء شمارہ نمبر 11

خصوصی چندہ سالانہ: 4000/= روپے

عمومی چندہ سالانہ: 800/= روپے

فی کاپی: 70/= روپے

نوٹ: جو مستقل قارئین ماہنامہ ''نور الحبیب'' بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ سالانہ چندہ کے ساتھ مبلغ =/120 روپے مزید بھیجیں، انھیں ہر ماہ رسالہ بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک پوسٹ کر دیا جائے گا --- ان شاء المولیٰ تعالیٰ

ترسیل زر کا پتہ:



انجمن حزب الرحمٰن (شعبۂ تبلیغ) دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع اوکاڑا پوسٹ کوڈ 56011

E-Mail: noorulhabibmonthly@gmail.com



www.facebook.com/mohibnoori

www.facebook.com/hanfiafaridiah

ناشر محمد محب اللہ نوری نے گنج شکر پرنٹرز لاہور سے چھپوا کر دفتر نور الحبیب بصیر پور سے شائع کیا

اس شمارے میں

منظومات



ادارہ کا مضمون نگار کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔



حمدِ باری تعالیٰ جل شانہٗ

میں بندہ ہوں بہت نادان مولا   کرم فرما مرے رحمان مولا
بپا ہے ظاہر و باطن میں محشر   عطا کر امن و اطمینان مولا
طفیلِ مصطفیٰ ﷺ ، دینا معافی   جب آئے لمحۂ میزان مولا
اِسے نقشہ بنا دے جنتوں کا   سلگتا ہے یہ پاکستان مولا
نہیں گر فضل تیرا شاملِ حال   خسارے میں ہے پھر انسان مولا
تری بخشی ہوئی سب نعمتوں کا   نہ کر پاؤں کبھی کفران مولا
ز انفس تا بہ آفاقِ دوعالم   ہے سب کچھ تیرا دان احسان مولا
بڑا ہی نزع کا عالم کٹھن ہے   سلامت رکھ مرا ایمان مولا
اگر تیری رضا مضمر ہے اس میں   مجھے منظور ہے نقصان مولا
زیارت سبز گنبد کی عطا ہو   کھل اُٹھے دیدۂ حیران مولا

سدا فیضانؔ کی ہو پردہ پوشی
ترا ''لَا تَقْنَطُوْا'' اعلان مولا

فیض رسول فیضانؔ



نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

مرے ہر زخم کا مرہم، مرے ہر درد کا چارا
وہ ذاتِ ارفع و اعلیٰ، وہ نامِ برتر و بالا

خرد بے سود ہی اُلجھی ہوئی ہے نکتہ بازی میں
بھلا اُس کا کوئی ثانی کہاں! جس کا نہیں سایا

وہ جس نے ذاتِ واحد کو کھلی آنکھوں سے دیکھا ہے
اُسی کا رُوئے زیبا ہے فروغِ دیدۂ بینا

نظر اُس حاضر و ناظر کی ہے سارے زمانوں پر
وہ میرا دوش ہو، امروز ہو یا لمحۂ فردا

سلاطینِ دو عالم کو جہاں سے بھیک ملتی ہے
زہے قسمت کہ میں بھی ہوں اُسی دربار کا منگتا

دلِ مہجور اُمیدِ حضوری میں دھڑکتا ہے
نگاہِ شوق ہر پل ڈھونڈتی ہے گنبدِ خضرا

بہشتِ حمد و مدحت، منزلِ مقصود ہے میری
غزل کے لالہ زاروں میں مرا تو جی نہیں لگتا

سند بن جائے میری مغفرت کی جو سرِ محشر
کوئی تو نعت ایسی مجھ پہ نازل کر مرے مولا

سجائیں کیوں نہ ذکرِ سرورِ کونین کی محفل
یہی اِک ذکر تو غم خوار ہے ہم دردمندوں کا

مری سوچوں میں رعنائی، بہ فیضِ سیّدِ عالم ﷺ
مرے شعروں کی زیبائی، عطائے خواجۂ بطحا

رسولِ اوّل و آخر! حبیبِ ظاہر و باطن!
تمہی تم ہو مرے ہادی، مرے ملجا، مرے ماویٰ!

طلب گارِ پذیرائی ہے اِس کی بےؔ نوائی بھی
گدایانِ درِ رحمت میں ہے فیضانؔ بھی شاہا

پروفیسر فیض رسول فیضانؔ



کچھ
بیاں
اپنا

سانحۂ مستونگ
عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلوس پر حملہ

سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے، اس پر جس قدر بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے--- بارہ ربیع الاوّل کو اہلِ اسلام اسی نعمتِ الٰہیہ کے تشکر میں جلسوں اور جلوسوں کا اہتمام کرتے ہوئے تاریخِ انسانیت کے اس سب سے بڑے دن کو عید اور جشنِ مسرت کے طور پر مناتے اور فرمانِ الٰہی فَلْیَفْرَحُوْا ''پس چاہیے کہ (اے اہلِ اسلام! اس فضل و رحمت پر) خوشیاں مناؤ'' پر عمل پیرا ہوتے ہیں---

مستونگ صوبہ بلوچستان میں رحمت و محبت اور امن و سلامتی کی نوید لے کر طلوع ہونے والے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روزِ سعید اپنے آقا و مولا نبیٔ رحمت، شفیعِ امت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے

محبت وعقیدت کا اظہار کرنے والے عاشقانِ محمد مصطفیٰ اور جاں نثارانِ احمد مجتبیٰ ﷺ کے جلوس پر چند شقی القلب دہشت گردوں نے خودکش حملہ کر دیا، جس کے نتیجے میں 65 سے زائد افراد نے جام شہادت نوش کیا، جب کہ بیسیوں شدید زخمی ہوئے--- یہ سب شمعِ رسالت کے سچے پروانے تھے، جو بارہ ربیع الاوّل کی مبارک ساعت کو قربان ہو گئے---

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن

اللہ تعالیٰ، محبتِ رسول ﷺ میں جمع ہو کر جلوس نکالنے والے ان تمام شہداءِ کرام کو اپنی اور اپنے حبیب کریم ﷺ کی آغوشِ رحمت میں پناہ عطا فرمائے، زخمیوں کو جلد از جلد صحت یاب کرے، متاثر وغم زدہ افراد کو اپنی رحمت کے مرہم سے مندمل فرمائے اور انہیں اس عظیم صدمے کو برداشت کرنے کی ہمت وتوفیق بخشے---

کوئی مسلمان یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ نبیِٔ رحمت ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے دن ایسی شر انگیزی ہو گی، جس کی سنگینی سے انسانیت منہ چھپائے گی---عیدِ میلاد النبی ﷺ کی مبارک ومسعود تقریب میں بم دھماکے کی جس قدر بھی مذمت کی جائے، کم ہے---اس سانحہ نے وطنِ عزیز کی مانگ میں مزید لہو بھر دیا ہے، جو ایک عرصہ سے اس کا مقدر بنا ہوا ہے---

اس موقع پر اربابِ اقتدار واختیار کا یہ امتیازی رویہ بھی دیکھنے میں آیا کہ کچھ دن پہلے سانحۂ جڑاں والا ہوا تو وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ، چیف جسٹس آف پاکستان اور دیگر اربابِ حل وعقد نے جس وارفتگی اور والہانہ پن سے اقلیت کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کیا، اس عظیم سانحہ پر اس کا عشرِ عشیر بھی دکھائی نہیں دیتا--- یہاں اقلیتوں کے حقوق کی پامالی کا بڑے زور وشور سے پراپیگنڈا کیا جاتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہاں اکثریت اپنے حقوق سے محروم ہے--- کیا اسلام کے نام پر حاصل ہونے والے ملک میں خونِ مسلم کی کوئی اہمیت نہیں؟---

یہ بات انتہائی تشویش ناک ہے کہ پچیس دن گزر جانے کے باوجود اس سانحہ کی تحقیقات میں پیش رفت نہیں ہوئی--- اتنے بڑے پیمانے پر ہونے والی قیامتِ صغریٰ کے بعد بھی مجرموں کا کھوج لگا کر انہیں کیفر کردار تک نہ پہنچایا گیا تو پھر آئندہ بدامنی کی

روک تھام کی کوئی کوشش بارآور ثابت نہیں ہو سکے گی---اربابِ اختیار واقتدار کی شرعی، آئینی، قانونی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سانحہ کے مرتکبین اور منصوبہ سازوں کو بے نقاب کرتے ہوئے انہیں نمونۂ عبرت بنائیں اور شہدائے میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندانوں کو فی کس کم از کم پچیس لاکھ اور زخمیوں کو کم از کم پانچ لاکھ روپے کے چیک جاری کیے جائیں تاکہ لوگوں کو یقین ہو کہ اربابِ اقتدار کو سوادِ اعظم اہلِ سنت کے درد کا بھی احساس ہے---

اہلِ سنت کے اکابر نے قیامِ پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا اور پاکستان کے استحکام اور اس کی بقا کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے، بلکہ ملک دشمن عناصر اور خوارج کی منفی کارروائیوں اور دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے پاک فوج کے شانہ بشانہ رہے---

اللہ تعالیٰ جل جلالہ پاکستان، اہلِ پاکستان اور پوری امتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائے اور اس ملک کو امن وسکون کا گھوارہ بنائے---

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ صَلَّی اللّٰہ و بارك و سلم علیه و علٰی آله و اصحٰبه اجمعین

بصیر پور شریف — (صاحبزادہ) محمد محبّ اللہ نوری

۵ربیع الآخر ۱۴۴۵ھ — مدیر اعلیٰ ماہنامہ نور الحبیب



دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور کی سماجی خدمات اوران کے اثرات کا تجزیاتی مطالعہ

(تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علومِ اسلامیہ)



مقالہ نگار
محمد سعد اللہ
رول نمبر: SP2020/M.Phil-ISL/013

نگرانِ تحقیق
ڈاکٹر طاہر مسعود قاضی
صدر، شعبۂ علوم اسلامیہ

شعبۂ علومِ اسلامیہ
لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

مبارک باد

صاحبزادہ محمد سعد اللہ نوری حفظہ اللہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ کو

لاہور گیریژن یونی ورسٹی، لاہور کے شعبہ علوم اسلامیہ سے

”دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور کی سماجی خدمات اوران کے اثرات کا تجزیاتی مطالعہ“

کے عنوان سے ایم فل کرنے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں

بزم فقیہ اعظم پاکستان

فلسطین

پروفیسر خلیل احمد نوری

یہ پون صدی سے زائد عرصے کا قصہ ہے کہ تب سے آج تک آسمانِ دنیا پر ایسا کوئی سورج طلوع نہیں ہوا ہوگا جس روز فلسطینی مسلمان اسرائیلی مظالم کا نشانہ نہ بنے ہوں۔ فلسطین کی سرزمین پر روزانہ سفاک اسرائیلی نہتے فلسطینی مسلمانوں کو گولیوں سے بھونتے، گاڑیوں کے ٹائروں تلے روندتے اور ان کی نعشوں پر ان کے خون سے اپنا قومی نشان بناتے ہوئے جشن مناتے ہیں۔ یہ خون خوار اسرائیلی بھیڑیے نہ تو نحیف ونزار بوڑھوں کو معاف کرتے ہیں، نہ ہی معصوم بچوں پر ترس کھاتے ہیں۔ عورتوں کی عصمت دری کر کے برہنہ جسموں کو چاقو، چھریوں سے چیر پھاڑ کر درندگی کا مظاہرہ کرنا ان کا روزمرہ کا معمول ہے۔ لاکھوں فلسطینی اپنے وطن یا پڑوسی ممالک میں مہاجرت کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیے گئے ہیں۔ انہیں جبراً اپنے گھروں، کھیت کھلیانوں اور کاروبارِ زندگی سے بے دخل کر کے مہاجر کیمپوں میں دھکیل دیا گیا ہے۔ کیا مجال کہ دنیا کا کوئی جمہوری اصول، اخلاقی قدر یا ضمیر کی کوئی آواز ان ظالموں کو وحشیانہ کارروائیوں سے روک سکے۔ عالمی نقشے پر شاید یہ واحد خطہ ہے جہاں اتنے طویل عرصے سے مہذب دنیا کا نہیں، غاروں اور پتھروں کے دور کا قانون نافذ ہے۔

۷/اکتوبر ۲۰۲۳ء کو فلسطین کی جہادی تنظیم حماس نے پوری تیاری، منصوبہ بندی اور

جنگی حکمتِ عملی کے ساتھ ہزاروں راکٹ فائر کر کے اہم اسرائیلی تنصیبات کو نشانہ بنایا ہے۔ زمینی، فضائی اور بحری ذرائع سے اسرائیل پر بھرپور حملے کیے۔ ہزاروں راکٹ فائر کیے گئے اور فوجی اڈوں کو کامیاب نشانہ بنایا گیا۔ طوفان الاقصیٰ کے نام سے شروع کیے گئے اس آپریشن میں ایک ہزار سے زائد اسرائیلی ہلاک ہوئے اور سو سے زائد فلسطینی مجاہدین کی قید میں ہیں۔ اسرائیلی ریاست میں ہنگامی حالت نافذ ہے، ائیر پورٹ بند کر دیے گئے ہیں اور بزدل اسرائیلی زیرِ زمین رہنے پر مجبور ہیں۔ یہ ایسا اچانک حملہ تھا کہ اسرائیل کی خفیہ ایجنسی موساد، جو بڑی عالمی خفیہ ایجنسیوں میں سے ایک ہے، اسے اس حملے کی تیاری کی کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ اسرائیل کا آہنی ڈوم یعنی مضبوط حفاظتی حصار جو جدید ترین کمپیوٹرائزڈ نظام سے وابستہ ہے، ناکام رہا اور مجاہدین نام نہاد اسرائیلی ریاست میں گھس کر اپنے ہدف کو نشانہ بنانے میں کامیاب ہوئے۔

اسرائیل نے جوابی کارروائی میں غزہ کی پٹی پر ہوائی حملوں کے ذریعے مسلم آبادی کو خاک وخون میں نہلا دیا ہے۔ ان حروف کی اشاعت تک تازہ ترین ظالمانہ کارروائیوں میں ہزراوں فلسطینی مسلمان شہادت پا چکے ہیں، جن میں بڑی تعداد معصوم بچوں، خواتین بشمول حاملہ خواتین کی ہے۔ درجنوں بلند و بالا عمارتیں فضائی بمباری کے ذریعے ملبے کا ڈھیر بنا دی گئی ہیں۔ اس کے باوجود مسلم فلسطینی نوجوانوں کا شوقِ شہادت روز افزوں ہے اور فلسطینی عوام میں مایوسی یا پریشانی کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ غزہ کا محاصرہ کر لیا گیا ہے اور خوراک، پانی اور ادویات کی فراہمی روک دی گئی ہے۔ بجلی اور انٹرنیٹ معطل ہیں، لیکن اس کے باوجود فلسطینی استقامت کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں۔ ایک طرف امریکہ اور یورپی طاقتیں خم ٹھوک کر اسرائیل کی حمایت میں آ کھڑی ہوئی ہیں تو دوسری طرف مسلم امہ کے حکمران ڈھیلے ڈھالے بیانات سے آگے نہیں بڑھ سکے۔

مسئلۂ فلسطین و مسجد اقصیٰ، کسی خطۂ زمین پر دو فریقوں میں سے ایک کے حق کو ثابت کرنے یا نفی کرنے کا نہیں اور نہ ہی یہ کوئی سرحدی یا علاقائی تنازعہ ہے، بلکہ یہ مسلمانوں کے عقیدے اور ایمان کا مسئلہ ہے۔ یہ مسلم علاقے میں اسرائیلیوں کے ناجائز قبضے کا روگ ہے۔ یہودی قوم نے ایک من گھڑت مقدمہ ترتیب دیا، یہ دعویٰ کیا کہ فلسطین ان کے آباء کا وطن رہا ہے۔ اس کی

تائید میں جھوٹے مذہبی اور تاریخی دلائل جمع کیے۔ اس کے لیے صہیونی تحریک کھڑی کی اور دنیا بھر میں ذلیل ورسوا ہوتے یہودیوں کو اکٹھا کر کے فلسطین کے اصل عرب باشندوں کو قتل وغارت گری سے اپنے وطن سے بے دخل کر کے خود گھس بیٹھے۔ مسجد اقصیٰ پر قابض ہو گئے اور اسے صفحہ ہستی سے مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ لہٰذا یہ مسئلہ مسلمانوں کے ایمان وعقیدے سے جڑا ہوا ہے اور ہر مسلمان کی دینی اور ملی ذمہ داری ہے کہ وہ مسجد اقصیٰ کو صہیونیوں کے قبضے سے آزاد کروائے، اپنے مسلمان بھائیوں کو ان کا حق دلوائے اور یہودیوں کے ناپاک وجود سے فلسطین کو پاک کرے، تاکہ وہاں ایک آزاد وخود مختار مسلم ریاست قائم ہو سکے۔ آج کی مہذب دنیا کے جمہوری اور اخلاقی اصول بھی اسی بات کی تائید کرتے ہیں۔

یہودی کبھی اللہ تعالیٰ کی منتخب قوم تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انبیاءِ بنی اسرائیل نے ایمان لانے والے یہودیوں کو اس مقدس سرزمین پر بسایا۔ بعد میں یہ اپنے پیغمبروں کی تعلیمات سے ہٹ گئے۔ شرک میں مبتلا ہو کر توحید سے منحرف ہو گئے۔ حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام کو قتل کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے کی کوشش کی۔ ان جرائم کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی منتخب قوم کے اعزاز سے محروم کر دیے گئے۔ جلا وطن ہوئے اور تقریباً بارہ سو سال تک فلسطین سے باہر دنیا کے دیگر خطوں میں مارے مارے پھرتے رہے۔ یہودیوں کا ارضِ مقدس میں رہائش کا استحقاق نسلی بنیادوں پر نہیں تھا بلکہ اس کی بنیاد ایمان پر تھی۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر غضب نازل ہونے اور مسکنت مسلط کیے جانے کے باعث ارضِ مقدس پر رہنے کا استحقاق بھی جاتا رہا۔

تاریخی اعتبار سے بھی یہودی فلسطین کے اصلی باشندے نہیں ہیں۔ مختلف تاریخی ادوار کا جائزہ لیا جائے تو فلسطین پر ۱۹۱۸ء تک مسلم حکومت قائم رہی۔ اس عرصہ میں تینوں مذاہب (اسلام، عیسائیت اور یہودیت) کے باشندے یہاں امن وسکون کی زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر عثمانی سلطنت شکست سے دوچار ہوئی تو فلسطین پر برطانیا نے قبضہ کر کے اسے اپنی کالونی بنالیا۔ ادھر، یہودی کسی خطۂ زمین کی تلاش میں تھے، جہاں اپنی ریاست قائم کر سکیں۔ ان کے سازشی ذہن کی وجہ سے کوئی ملک انہیں اپنے ہاں بسانے کو تیار نہ تھا۔ عالمی جنگوں سے پہلے یہودیوں نے برطانیا کی مالی امداد کی تھی اور اس کے عوض

اس سے وعدہ لیا کہ وہ اسرائیلی ریاست کی تشکیل میں مدد دے گا۔ جنگ کے خاتمے پر برطانیا نے وعدے کے مطابق یہودیوں کو فلسطین میں بسانا شروع کیا۔ یہودی آبادکاروں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا، انہیں اسلحہ رکھنے کی اجازت دی گئی، جب کہ مقامی عرب باشندوں پر ٹیکس لگائے گئے اوران سے اسلحہ چھین لیا گیا۔ ان کی آمدورفت محدود کی گئی، ان سے زمینیں چھین لی گئیں۔ برطانوی مینڈیٹ اپنے خاتمے کے قریب پہنچا تو اقوام متحدہ نے ممکنہ فوجی تصادم کو ٹالنے کا بہانہ بنا کر فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ زرخیز علاقے اور بحری سہولتوں سے مالا مال علاقے یہودیوں کو دیے گئے اور ریگستانی اور صحرائی علاقے اصل مقامی باشندوں یعنی فلسطینیوں کے حصے میں آئے۔ اقوام متحدہ کے اس غیر عادلانہ نظام کو عربوں نے مسترد کر دیا۔ نومبر ۱۹۴۷ء کو اقوام متحدہ کا تقسیم فلسطین کا منصوبہ منظر عام پر آیا۔ ۱۵ر مئی ۱۹۴۸ء کو برطانوی مینڈیٹ ختم ہوا اوراس کے ایک روز قبل ۱۴ر مئی ۱۹۴۸ء کو اسرائیل نے برطانوی حکومت کے سائے میں ریاست اسرائیل کا اعلان کر دیا۔ برطانیا کا مینڈیٹ ختم ہوتے ہی اسرائیلی مقامی غیر مسلح آبادی پر بھوکے بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ مغربی اور امریکی حلیفوں کی مدد اوران کے فراہم کیے ہوئے اسلحے کے زور پر ۷۷ فی صد علاقہ ہتھیانے میں کامیاب ہوگئے۔ تیرہ ہزار سے زائد فلسطینی شہید ہوئے۔ چار سو سے زائد بستیاں صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئیں اور سات لاکھ سے اوپر افراد کو بندوقوں اور توپوں کے زور پر وطن سے نکال دیا گیا۔ ۱۹۶۷ء میں اسرائیل اوراس کے تین ہمسایہ ملکوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ عرب یہ جنگ ہار گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فلسطین کے مزید ۲۳ فی صد علاقے اسرائیل کے قبضے میں چلے گئے۔

فلسطین پر اسرائیلی قبضے کی اس مختصر روداد سے ہر انصاف پسند آدمی یہ سمجھ سکتا ہے کہ فلسطینیوں کا احتجاج، مزاحمت اور مسلح کارروائیاں ان کے ذہنی تناؤ اور مایوسی کا نتیجہ اور فطری حق ہے۔ یہ تنگ آمد بجنگ آمد کا معاملہ ہے۔ آزادی کی یہ جدوجہد کئی نشیب وفراز سے گزری ہے۔ اسلحے کی جھنکار، جنگی جہازوں کی گھن گرج اور جدید ترین اسلحوں سے مسلح اسرائیلی فوجیوں کی خونخوار آنکھیں انہیں ہتھیار اٹھانے پر مجبور کرتی رہی ہیں۔ ان کے گھر اجڑ گئے، زمینوں سے بے دخل کر دیے گئے اور ہجرت پر مجبور کر دیے گئے۔ مفاہمت اور مذاکرات کی متعدد کوششوں کے بعد وہ سمجھ چکے ہیں کہ جہاد، سعی پیہم اوراس میں استقامت ہی

وہ واحد راستہ ہے جو ان کی آزادی کی راہ نکال سکتا ہے۔ اسلام کا بتایا ہوا راستہ بھی یہی ہے کہ اگر دشمن مسلمانوں کی سرزمین پر قبضہ کرلے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ دشمن کو اسلامی سرزمین سے بے دخل کریں۔ امریکہ اور یورپی طاقتیں اس جدوجہد کو دہشت گردی کا نام دیتی ہیں، مگر یہ حق کے لیے لڑی جانے والی جنگ ہے۔ مغربی میڈیا میں اسرائیلیوں کی مظلومیت دکھائی جاتی ہے اور درج بالا حقائق چھپائے جاتے ہیں۔ سیدھی بات ہے کہ ایک آدمی آپ کے گھر میں گھس آیا ہے۔ اس نے مکان کے ایک حصے پر قبضہ کرلیا ہے۔ آپ کے بچوں کو یرغمال بنا کر آپ کی ناموس پر حملہ آور ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں مفاہمت اور صلح کی کوشش نہیں کی جائے گی۔ ایسے شخص کے ساتھ جو سلوک روا رکھا جانا چاہیے، اسی سلوک کے اسرائیلی حق دار ہیں، اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔

درج بالا حقائق کے ساتھ ساتھ ایک بڑی حقیقت ارضِ فلسطین کے ساتھ مسلمانوں کی دینی اور روحانی وابستگی ہے۔ مسجد اقصیٰ کرۂ ارض پر مسلمانوں کا تیسرا مقدس ترین مقام ہے۔ یہ مسجد جس شہر میں واقع ہے، اسے اسلامی لٹریچر میں بیت المقدس کے مبارک نام سے پکارا گیا ہے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے واقعۂ معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فَرَکِبْتُہٗ فَسَارَ بِیْ حَتّٰی أَتَیْتُ بَیْتَ الْمَقْدِسِ--- [مسند احمد، ۱۲۵۰۵]

''پھر میں براق پر سوار ہوا، وہ مجھے لے کر چلا، یہاں تک کہ میں بیت المقدس پہنچا''---

بائبل میں اس شہر کو یروشلم کہا گیا ہے۔ اس کا قدیمی نام ایلیا بھی ہے۔ مسجد اقصیٰ، بیت المقدس اور سرزمینِ شام کی عظمت وفضیلت پر قرآن وحدیث کی مہریں ثبت ہیں۔ تاریخی اعتبار سے جس خطے کو بلادِ شام کہا جاتا ہے، اس میں موجودہ ملک شام، لبنان، اردن اور فلسطین شامل ہیں۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں بیت المقدس اور سرزمینِ شام کا ذکر ہے، وہاں بالالتزام اسے برکتوں والی اور مقدس سرزمین کہا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ الاسراء یا سورۂ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیت میں حضور خاتم الانبیاء سرورِ عالم ﷺ کے سفر معراج کا بیان ہے، وہاں خصوصیت کے ساتھ مسجد اقصیٰ کے اردگرد پھیلی ہوئی برکات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ--- [الاسراء، ۱:۱۷]

''وہ مسجد کہ جس کے اردگرد ہم نے برکت رکھ دی ہے''---

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نارِ نمرود سے نجات ملی تو انہیں اور ان کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو اسی بابرکت زمین کی طرف چلے جانے کا حکم ہوا۔ قرآن کریم میں ہے:

وَ نَجَّیْنٰہُ وَ لُوْطًا اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْھَا لِلْعٰلَمِیْنَ○---[الانبیاء،۲۱:۷۱]

''اور ہم نے ابراہیم اور لوط کو نجات عطا کی اس زمین کی طرف، جس میں ہم نے جہان بھر والوں کے لیے برکت رکھ دی ہے''---

حضرت سلیمان علیہ السلام کا پایۂ تخت یہی سرزمین تھی۔ ان کے لیے ہوا مسخر کر دی گئی تھی اور وہ ان کے تخت کو اپنے دوش پر لیے پھرتی تھی۔ اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَۃً تَجْرِیْ بِاَمْرِہٖٓ اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْھَا---[الانبیاء،۲۱:۸۱]

''اور (ہم نے) سلیمان کے لیے تیز ہوا مسخر کر دی کہ اس کے حکم سے چلتی تھی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھ دی ہے''---

اس سرزمین کو پاکیزہ اور مقدس قرار دیتے ہوئے قرآن کریم میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَۃَ---[المائدۃ،۵:۲۱]

''اے میری قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ''---

اس کے علاوہ دیگر کئی مقامات پر بھی قرآنِ کریم نے اس سرزمین کی عظمت و تقدیس اور فیوض و برکات کا ذکر کیا ہے۔

مسجد اقصیٰ اور سرزمینِ شام میں پھیلے ہوئے یہ فیوض و برکات روحانی بھی ہیں اور مادی بھی۔ اسے ظاہری طور پر بھی عظمت وفضیلت حاصل ہے اور باطنی اعتبار سے بھی۔ ان برکات کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، انسان پورے طور پر ان کا ادراک نہیں کر سکتا۔ تفاسیر میں ہے کہ روحانی یا باطنی برکات یہ ہیں کہ یہ سرزمین وحی کی جائے نزول، انبیاء کی عبادت گاہ، ان کی جائے قیام وقبلۂ عبادت اور ان کا مسکن و مدفن ہے۔ مادی برکات یہ ہیں کہ وہاں میٹھے پانیوں کے چشمے اور نہریں ہیں، پھلوں اور پھولوں سے لدے ہوئے درختوں اور سرسبز کھیتوں اور

باغات کی کثرت ہے۔ وہاں کے میووں اور سبزیوں میں جو لذت، چاشنی اور غذائی قوت ہے، وہ کسی اور مقام کی پیداوار میں نہیں۔

احادیثِ مبارکہ میں مسجد اقصیٰ کی زیارت اور اس کی طرف سفر کرنے کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ : مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ مَسْجِدِیْ هٰذَا وَ الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ---[سنن ابن ماجہ، حدیث ۱۴۰۹]

''کسی مسجد کے لیے بطورِ خاص زیارت کے لیے سفر نہ کیا جائے (کیونکہ تمام مساجد کی فضیلت ایک جیسی ہے) سوائے تین مساجد کی طرف: مسجد الحرام، میری اس مسجد اور مسجد اقصیٰ کی طرف''---

حدیث پاک کے مطابق مسجد اقصیٰ ہی وہ مسجد ہے جو بیت اللہ شریف کے بعد دوسری عبادت گاہ کے طور پر تعمیر ہوئی ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْاَرْضِ أَوَّلُ؟ قَالَ : ''الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ''، قَالَ : قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ : ''الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی'' قَالَ، قُلْتُ : کَمْ بَیْنَهُمَا؟ قَالَ : أَرْبَعُوْنَ سَنَةً ---[بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ۳۳۶۶/سنن نسائی، کتاب المساجد، باب ذکر ایّ مسجد وضع اوّلا/ سنن ابن ماجہ، ابواب المساجد والجماعۃ، باب ای مسجد وضع اوّلا]

''میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! روئے زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد تعمیر ہوئی؟ فرمایا: مسجد الحرام، عرض کیا: اس کے بعد کون سی مسجد؟ فرمایا: مسجد الاقصیٰ، میں نے عرض کیا: ان دونوں کی تعمیر کے مابین کتنا زمانہ ہے؟ فرمایا: چالیس سال کا عرصہ''---

مسجد اقصیٰ میں نماز کی فضیلت اور اس کی زیارت کے متعلق رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کی موجودگی میں ہم صحابہ کے مابین اس بات کا ذکر چل نکلا کہ مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں سے کون سی مسجد افضل ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صَلَاةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا أَفْضَلُ مِنْ أَرْبَعِ صَلَوَاتٍ فِيْهِ، وَ لَنِعْمَ الْمُصَلّٰی،

وَ لَيُوْشِكَنَّ أَنْ لَّا يَكُوْنَ لِلرَّجُلِ مِثْلُ شَطَنِ فَرَسِهٖ مِنَ الْاَرْضِ، حَيْثُ يَرٰى مِنْهُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ خَيْرٌ لَّهٗ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا – أَوْ قَالَ: خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا---[المستدرك علی الصحیحین للحاکم، حدیث رقم: ۸۵۵۳]

''میری مسجد میں ایک نماز مسجد اقصیٰ میں چار نمازوں سے افضل ہے اور کیا خوب ہے وہ نماز پڑھنے کا مقام۔ ایک وقت آئے گا کہ آدمی کے پاس گھوڑے کی رسی جتنی زمین ہو، تاکہ جہاں بیٹھ کر وہ بیت المقدس کی زیارت کرسکے، پوری دنیا سے بہتر ہوگا یا فرمایا کہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے، اس سے افضل ہوگا''---

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کی کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے تین باتوں کا سوال کیا۔ ایک یہ کہ انہیں ایسا فیصلہ کرنے کی توفیق عطا ہو جو تیری مرضی اور منشا کے مطابق ہو۔ چنانچہ انہیں یہ عطا کردیا گیا۔ دوسرا سوال یہ کیا کہ ایسی مملکت عطا ہو جو ان کے بعد کسی اور کو نہ ملے۔ یہ بھی انہیں دے دی گئی۔ تیسرا یہ کہ جو شخص بھی اس مسجد میں آئے اور اس کی حاضری کا مقصد سوائے وہاں نماز ادا کرنے کے کچھ اور نہ ہو، تو وہ گناہوں سے اس طرح ہلکا ہوکر پاک ہوجائے جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ تیسرا سوال بھی پورا کردیا ہوگا---

[سنن النسائی، کتاب المساجد، باب فضل المسجد الاقصٰی و الصلوٰۃ فیہ]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے کہ وہ بیت المقدس میں آتے اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھ کر فوراً نکل جاتے اور وہاں کسی کام میں مشغول نہ ہوتے، حتیٰ کہ پانی تک نہ پیتے اور عرض کرتے کہ اے اللہ! میرا یہاں آنے کا مقصد سوائے مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرنے کے کچھ نہ تھا۔ مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کے صدقے میں گناہوں سے اس طرح پاک کردے، جیسا میں اپنی پیدائش کے دن تھا۔

فتنوں کے زمانے میں بیت المقدس میں قیام کرنا فتنوں سے محفوظ رہنے کا ذریعہ ہوگا۔

حضرت ذوالاصابع جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کی، یارسول اللہ! اگر ہم آپ کے بعد زندہ رہیں اور فتنوں کا زمانہ پائیں تو آپ ہمیں کہاں رہنے کا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا کہ بیت المقدس کو اختیار کرو کہ شاید تمہاری وہاں کچھ ذرّیت پلتی رہے، جن کا وہاں کی مجلسوں میں صبح و شام کا

آنا جانا ہوا کرے---[تیسیر الوصول الٰی حدیث الرسول]

مسجد اقصیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کی میراث ہے۔ نبی الانبیاء امام المرسلین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک یادگار رات یہاں تشریف لائے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت فرما کر اس میراث پر اپنی مہر تصدیق ثبت فرما دی۔ سنہ ۱۵ ہجری کو حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے چل کر بیت المقدس پہنچے اور نصرانیوں کے حبر سے اس میراث کی چابیاں وصول کیں۔ ازاں بعد سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس کھوئی ہوئی میراث کو پھر سے دشمنوں کے پنجے سے نکال کر مسلم دنیا کے حوالے کیا۔ لہٰذا مسلم دنیا اس میراث سے کبھی دست بردار نہیں ہو گی، خواہ صیہونی اور ان کے سرپرست اپنے کارخانوں کا تمام تر اسلحہ و بارود جھونک دیں۔

جیسا کہ اوپر قرآن مجید کی آیات سے ثابت کیا گیا ہے کہ نہ صرف بیت المقدس، بلکہ سرزمینِ شام یعنی آج کا ملک شام، لبنان، اردن اور فلسطین کی سرزمین دنیا کے لائقِ تعظیم و تکریم، بابرکت اور مقدس ترین خطے ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اپنے ارشادات میں سرزمینِ شام کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے برکت کی دعا کرتے ہوئے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِی شَامِنَا---[بخاری، رقم الحدیث ۹۹۰]

''اے اللہ! ہمارے شام میں برکت عطا فرما''---

حدیث پاک کے مطابق قیامت کے قریب کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس زمانے میں جب ہر طرف فتنے ہی فتنے ہوں گے، سرزمینِ شام ایمان کی دولت سے معمور رہے گی۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

أَلَا وَ إِنَّ الْإِيْمَانَ حِيْنَ تَقَعُ الْفِتَنُ بِالشَّامِ---

[مسند احمد بن حنبل، حدیث: ۲۱۷۳۳]

''جب ہر طرف فتنے برس رہے ہوں گے تو ایمان سرزمینِ شام میں ہوگا''---

احادیثِ طیبات میں بیان کی گئی ان فضیلتوں کی وجہ سے اہلِ اسلام اس سرزمین میں سکونت اختیار کرنے کو سعادت سمجھتے آئے ہیں۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بعد اہلِ اسلام کے نزدیک بالاتفاق بیت المقدس تیسرا مقدس ترین شہر ہے۔ اس لیے سرزمینِ شام کو یہ شرف حاصل ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی تعداد نے اسے اپنا مسکن بنایا اور اس میں دفن ہوئے۔

اللہ کی مخلوق میں سب سے برگزیدہ مخلوق انبیاءِ کرام علیہم السلام اس سرزمین میں دفن ہیں۔ انبیاءِ کرام کے بعد سب سے اعلیٰ و افضل مخلوق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بعد میں تابعین، تبع تابعین اور اولیاءِ صالحین رحمۃ اللہ علیہم نے اسے اپنا مسکن و مدفن بنایا۔ تاریخی لحاظ سے سرزمینِ شام و فلسطین علم اور روشنی کا گہوارہ رہا ہے، یہاں کئی نامور اسلامی اسکالر پیدا ہوئے یا دنیائے اسلام سے یہاں آ کر آباد ہوئے۔ ان میں الکندی، مالک بن دینار، امام الاوزاعی، سفیان الثوری، ابنِ شہاب زہری، ابراہیم بن ادھم، لیث بن سعد، ابوبکر الجرجانی، ابن قدامہ المقدسی، ابنِ عساکر رحمۃ اللہ علیہم کے اسماء گرامی اہم ہیں۔ معروف کیمیادان ابنِ یزید الاموی اور فاتح اندلس موسیٰ بن نصیر کا تعلق بھی اسی سرزمین سے تھا۔ اس سرزمین کی اہمیت کے پیشِ نظر اہلِ علم نے قرآن وسنت کی شہادت اور صحابہ کرام وصالحین کی مستند روایات کی روشنی میں اس سرزمین کے مناقب بیان کرتے ہوئے متعدد تصانیف چھوڑی ہیں۔

مسجد اقصیٰ، جیسا کہ اوپر حدیث پاک کی روشنی میں بیان ہوا، بیت اللہ شریف کی تعمیر کے چالیس سال بعد تعمیر ہوئی۔ راجح ترین قول کے مطابق اسے پہلی بار حضرت آدم علیہ السلام نے، بعد میں اولادِ ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا۔ اس کا کل رقبہ ایک لاکھ چوالیس ہزار مربع میٹر ہے، جو کہ قدیمی شہر القدس کا چھٹا حصہ بنتا ہے۔ اس کے چودہ دروازے ہیں، جن میں چار یا پانچ دروازے سلطان صلاح الدین ایوبی نے بعض مصلحتوں کی وجہ سے بند کرا دیے۔

مسجد کے کئی اہم گوشے اور مقامات ہیں۔ یہاں کئی تاریخی آثار اور یادگاریں ہیں، جن کی تعداد دو سو بنتی ہے۔ ان میں متعدد نماز گاہیں، قبہ جات، بارہ دریاں، محرابیں، کئی منبر، چبوترے، اذان گاہیں اور کنوئیں شامل ہیں۔ ان متعدد عمارتوں سے مل کر مسجد اقصیٰ تشکیل پاتی ہے۔

مسجد کا اہم مقام المسجد القبلی ہے۔ یعنی مسجد کا وہ حصہ جو قبلہ کے رخ پر واقع ہے۔ یہ اس مقام پر ہے جہاں فتح بیت المقدس کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔ یہیں پر خطیب صاحب خطبہ دیتے ہیں اور مرد حضرات نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ مسجد اقصیٰ کا مرکزی حصہ ہے، اس پر سرمئی رنگ کا گنبد ہے۔ اموی دور میں مسجد کی تعمیر نو ہوئی۔ یہ ایک بڑا منصوبہ تھا، جس پر تیس سال کا عرصہ لگا۔

دوسرا اہم مقام القبۃ الصخراء ہے، یعنی چٹان والا گنبد۔ اسے اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے تعمیر کروایا۔ مورخین کے مطابق سفر معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری براق کو

یہیں پر ٹھہرایا یا باندھا گیا تھا اور یہیں سے آسمانی سفر شروع ہوا۔ مسلمانوں نے بیت المقدس فتح کیا تو انہوں نے تاریخی علامات کے ذریعے اس مقام کا تعین کیا اور اس پر شاندار عمارت تعمیر کی، جس پر سنہرے رنگ کا خوبصورت گنبد بنایا گیا۔ چونکہ یہ عمارت ایک بڑی چٹان پر واقع ہے، جس کے نیچے غار نما خلا ہے، اس لیے اسے القبۃ الصخراء کہا جاتا ہے، یعنی چٹان والا گنبد۔ یہ حصہ خواتین کی نماز کے لیے مختص ہے۔ عام طور پر مسجد اقصیٰ کے ذکر میں اسی سنہرے گنبد کی تصویر دکھائی جاتی ہے، جس سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ یہی مسجد کا مرکزی مقام ہے، جب کہ حقیقت میں سرمئی رنگ کا گنبد مرکزی مقام کی نشان دہی کرتا ہے۔

۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد اسرائیل نے مشرقی القدس اور مسجد اقصیٰ کو قبضے میں لے لیا۔ اسرائیلی انتظامیہ نے اسے علامتی طور پر اُردن کے حوالے کر رکھا ہے، جب کہ مقامی مسلمانوں کے علاوہ بیرونی مسلمانوں کو اس میں داخلے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ ان پابندیوں کی وجہ سے کروڑوں مسلمان بیت المقدس آنے اور مسجد اقصیٰ کی زیارت اور وہاں نماز ادا کرنے کی سعادت سے محروم چلے آتے ہیں۔

المسجد الاقصیٰ فلسطین میں اسرائیلی ریاست کے قیام کے بعد سے خاص طور پر صہیونیوں کے ناپاک عزائم کا ہدف بنی ہوئی ہے۔ تعمیرِ نو کی اجازت نہ ہونے کی وجہ سے مسجد خستہ حالی کا شکار ہے۔ یہودیوں نے مسجد کی مغربی دیوار کو دیوارِ گریہ کا نام دے رکھا ہے۔ یہ ایک شیطانی منصوبے کا حصہ ہے۔ یہودی صہیونیوں کا دعویٰ ہے کہ مسجد اقصیٰ کے عین نیچے ہیکلِ سلیمانی دفن ہے اور یہ دیوار اسی ہیکل کا حصہ ہے۔ اسی دیوار کے پاس آکر یہودی پوجا پاٹ کرتے اور روتے دھوتے ہیں۔ یہودی مسجد اقصیٰ کو گرا کر نئے سرے سے تھرڈ ٹیمپل کے نام سے ہیکل سلیمانی تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی خاطر ان کی کئی انتہا پسند تنظیمیں قائم ہیں۔ انہوں نے چودہ سو مربع میٹر پر مشتمل اس منصوبے کا نقشہ بنا رکھا ہے۔ کٹر عیسائیوں کی انہیں تائید و حمایت حاصل ہے۔

اسی شیطانی منصوبے کی تکمیل میں مسجد اقصیٰ کو گرانے اور صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کئی بار کوششیں ہو چکی ہیں۔ ۲۱ / اگست ۱۹۶۹ء کو مائیکل نامی شخص نے سیاح کے روپ میں داخل ہو کر مسجد کو آگ لگا دی، اس سے مسجد کے ایک تہائی حصے کو سخت نقصان پہنچا۔ متعدد یادگاریں نذرِ آتش ہو گئیں۔ ستم ظریفی دیکھیے کہ مسجد میں آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے

جب کہ یہودی حکام نے واٹر سپلائی کی لائنیں کاٹ کر پانی نہ پہنچنے دیا۔ سلام ارضِ فلسطین کے مسلمانوں کو، کہ ایسے وقت میں جوان، بوڑھے، بچے حتیٰ کہ خواتین اپنے گھروں سے نکلیں اور انھوں نے بالٹیوں، کنستروں اور گھریلو استعمال کے چھوٹے بڑے برتنوں کے ذریعے کنوؤں سے پانی بھر کر آگ بجھائی۔ قطاریں بنا کر ایک سے دوسرے کو پانی کے برتن تھما کر دیتے رہے اور عظیم الشان حمیت اور جذبۂ ایمانی کا مظاہرہ دیکھنے کو ملا۔ اسی موقع پر امتِ مسلمہ میں ایک بیداری کی لہر اٹھی، مسلم ممالک اکٹھے ہوئے اور انھوں نے اسلامی کانفرنس کی بنیاد رکھی جو کہ او آئی سی کہلاتی ہے۔ ۱۹۸۰، ۱۹۸۳، ۱۹۸۴ اور ۱۹۸۵ء کے سالوں میں دھماکہ خیز مواد کے ذریعے مسجد کو اڑانے کی کوششیں ہوئیں، جو بروقت خبر ہو جانے کی وجہ سے ناکام بنا دی گئیں۔

یہودی مسجد اقصیٰ کو نقصان پہنچانے کی غرض سے اپنی قدیم یادگاروں کی تلاش کے بہانے آئے روز مسجد کے نیچے کھدائیاں کرتے رہتے ہیں۔ نو بار کھدائیوں کے نتیجے میں اب تک انہیں کوئی ایسی نشانی نہیں مل سکی جس سے وہ دنیا کو اپنے دعووں کی سچائی کا کوئی ثبوت پیش کر سکیں۔ الٹا یہ ہوا ہے کہ مسلم اموی دور، رومی اور بازنطینی ادوار کی بعض یادگاریں ملیں۔ لیکن ان کھدائیوں اور سرنگوں کی وجہ سے کئی تاریخی عمارتیں کھوکھلی ہو گئیں اور انہیں منہدم کر دیا گیا۔ ان میں سے بعض کو یہودیوں نے اپنی عبادت گاہ میں تبدیل کر لیا۔ اب بھی مسجد کے کئی حصے ان کھدائیوں کی وجہ سے کھوکھلے ہو چکے ہیں اور خدشہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ کسی وقت ان کا انہدام ہو سکتا ہے۔

الغرض مسجد اقصیٰ، بیت المقدس اور ارضِ فلسطین کی پنجۂ یہود سے آزادی مسلم امہ پر قرض ہے۔ یہودی نہ اس زمین کے پہلے مالک تھے اور نہ اب ان کا کوئی حق بنتا ہے۔ ارضِ مقدس کی چار ہزار سالہ تاریخ میں سے صرف چار سو سال ایسے ہیں جن میں جزوی طور پر ان کی حکومتیں اس سرزمین پر قائم ہوئیں۔ دو ہزار سال تک یہودی دنیا کے مختلف خطوں میں آباد رہے اور انہیں فلسطین میں واپسی کے لیے ان خطوں کی حکومتوں نے وسائل اور سہولتوں کی پیش کش کی، مگر وہ اپنے خطۂ مہاجرت میں ٹکے رہے اور فلسطین واپس نہ آئے۔ اب بھی ساٹھ فی صد یہودی امریکہ، برطانیہ اور دیگر ممالک میں آباد ہیں اور فلسطین میں آباد ہونا ان کی ترجیح اور خواہش نہیں ہے۔ اس کے برعکس مسلم دورِ حکومت کا عرصہ بارہ سو سال پر محیط ہے۔

جب کہ یہ خطۂ فلسطین وشام اصلاً عربوں کی سرزمین ہے، جن کے آباء واجداد کنعانی تھے۔ یہاں اسلام کی شمع روشن ہوئی تو انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور کبھی بھی اپنی سرزمین سے الگ نہیں ہوئے۔

فلسطین پر یہودی حق کے جھوٹے دعووں کو عملی شکل دینے کے لیے جس نے صہیونی تحریک اٹھائی، اس کا نام تھیوڈر ہرزل ہے، اس نے لٹریچر لکھا اور برطانیہ اور امریکہ کی حمایت سے دنیا بھر کے یہودیوں کو فلسطین میں اکٹھا کیا، انہیں سہولتیں اور فنڈ دیے، اسلحہ سے لیس کیا، تاکہ وہ مقامی عربوں کو یہاں سے نکال سکیں۔ یہی وہ شخص ہے جس نے ترکی میں عثمانی دورِ حکومت کے آخری خلیفہ سلطان عبدالحمید کو پیش کش کی تھی کہ یہودی، ترکی حکومت کے تمام قرضے اتارنے کو تیار ہیں، بشرطے کہ انہیں فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دی جائے۔ مگر سلطان نے دینی حمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس پیش کش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ بعد میں برطانیہ کی پھیلائی گئی سازشوں سے جب سلطان کو معزول ہونا پڑا، تو یہی شخص معزولی کا پروانہ لے کر سلطان کے سامنے آکھڑا ہوا۔

ارضِ فلسطین، القدس اور مسجد اقصیٰ پر اسرائیلی قبضے کی تاریخی معلومات سے آگاہی ہر غیرت مند مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ تازہ ترین واقعات سے یہ اندازہ کرنا دشوار نہیں کہ اسرائیل اپنے منصوبوں میں ناکام ہوتا دکھائی دے رہا ہے، حماس کی کارروائیوں سے اسرائیل کا کافی نقصان ہوا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اسرائیل کے مقابلے میں مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ جان ومال کے نقصان کے اعتبار سے اسرائیل کا پلڑا بھاری ہے۔ ابھی جنگ جاری ہے اور نہ جانے اس کا کیا نتیجہ نکلے، لیکن کمزور، بے بس اور نہتے بے سروسامان فلسطینیوں کا جدید اسلحہ اور ٹیکنالوجی کی طاقت سے لیس ریاست، کہ جسے امریکہ، برطانیہ اور دیگر بڑی عالمی طاقتوں کی حمایت وتائید حاصل ہو، ڈٹ کر کھڑا ہو جانا جیت کی علامت ہے۔

کرنے کا کام

اسلامی روایات کے مطابق مسئلۂ فلسطین کے دو مراحل یا فیز ہیں۔ اسرائیل کا قبضہ ایک فیز ہے، جو اس وقت تک ایک حقیقت نظر آتا ہے، جب کہ اس کے دوسرے فیز کا رونما ہونا باقی ہے۔ یعنی غلبۂ اسلام اور صہیونیت کا خاتمہ۔ دوسرے فیز کا ظہور ایک امر حقیقی ہے۔ جس طرح ماضی میں ذلت ورسوائی یہودیوں کا مقدر بنی تھی، مستقبل میں بھی رسوائی ان کا

مقدر ہوگی۔

کرنے کا کام یہ ہے کہ ہم ارضِ فلسطین اور فلسطینیوں کے ساتھ مخلص ہوں۔کسی مصلحت اور وقتی فوائد کو القدس کی محبت پر غالب نہ آنے دیں۔مسلمان حکمران دینی حمیت اور ملی غیرت کا جذبہ قائم رکھیں اور مسلمانوں کے بین الاقوامی سیاسی مسائل پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہ کریں۔ مؤثر سفارتی کوششوں سے مسئلۂ فلسطین کے حل کے لیے فضا ہموار کریں۔اسرائیلی ریاست کا خاتمہ، القدس اور سرزمینِ فلسطین کی آزادی مسلمان ملکوں کی خارجہ پالیسیوں کا جلی عنوان قرار پائے۔او آئی سی، جس کی تخلیق و تشکیل کا مقصدِ اوّل ہی القدس کی حفاظت اور آزادیٔ فلسطین ہے، اپنے منشور و دستور سے پیچھے نہ ہٹے۔مسلمان ممالک میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے۔عرب ممالک کے سربراہان اپنا قومی سرمایہ اور ریاستی وسائل ذاتی عیاشیوں پر خرچ کرنے کے بجائے حقیقی ترقی کے شعبوں میں خرچ کریں۔ افواج کو طاقت ور اور مضبوط بنائیں اور وَ اَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ کی آیت کا حقیقی اور عملی مصداق بنیں۔علماء، دانش ور، صحافی، سیاست دان اور میڈیا مالکان فلسطینیوں کے حق میں آواز بلند کریں۔مسلمان عوام امید کا دامن تھامے رکھیں اور مادی اور اخلاقی تعاون و ہمدردی سے اہلِ فلسطین کے دست و بازو بنیں۔قانونی دائرے میں رہ کر اس ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کریں اور حکمرانوں سے مطالبہ کریں کہ وہ اہلِ فلسطین کی مالی مدد کریں۔ان حالات میں جب کہ اسرائیل نے غزہ کی ناکہ بندی کر رکھی ہے اور فلسطینی خوراک، پانی، ادویات اور دیگر انسانی ضرورتوں سے محروم کر دیے گئے ہیں، ضروری ہے کہ حکومتِ پاکستان اس حوالے سے فنڈ قائم کر کے عوام الناس سے مالی مدد کی اپیل کرے اور اقوام متحدہ کے ذریعے وہاں بے سروسامانی کی حالت میں پڑے فلسطینیوں کو امداد پہنچائے۔

آخری بات

اس وقت انسانی حقوق کی وہ تنظیمیں کہاں ہیں جو کسی غیر مسلم کے بال بیکا ہونے پر آسمان سر پر اٹھا لیا کرتی ہیں؟ کیا زخموں سے چور بچوں کے معصوم چہرے ان کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لیے کافی نہیں ہیں؟ کہاں ہیں جمہوریت کے نام نہاد علم بردار جو مسلم ممالک میں، غیر مسلموں کے تحفظ و حقوق کی بحثوں میں زمین و آسمان کے قلابے ملایا کرتے ہیں، کیا فلسطین پر ہزاروں ٹن بارود برستا دیکھ کر بھی وہ منہ میں گھنگنیاں ڈالے بیٹھے رہیں گے؟ مسلم امہ کے قائدین

کب بیدار ہوں گے، کب انہیں اپنے ذاتی اور ملکی مفادات کے تحفظ سے فرصت ملے گی، کب وہ غیر ملکی آقاؤں کی غلامی سے آزاد ہوں گے اور کب وہ مسلم امہ کی صحیح ترجمانی کریں گے؟ کیا اس وقت جب اسرائیل فلسطینیوں کی نسل کشی کر کے ان کا مکمل صفایا کردے گا؟

وسائل اور ذرائع کی اہمیت اور قلت و کثرت کا فلسفہ اپنی جگہ اہم ہوسکتا ہے، لیکن ایمانی جذبہ اور توکل علی اللہ مسلمان کا اصلی ہتھیار رہے۔

کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً کَثِیْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۝---[البقرۃ،۲:۲۴۹]

"بسا اوقات چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غلبہ پالیتی ہیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"---



وفیات

گزشتہ دنوں:

● دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے فاضل مولانا قاری محمد جعفر نوری (چک 56/4.R، ساہیوال) ● دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے فاضل مولانا محمد امین وٹو (ریٹائرڈ ٹیچر، طارف بن زیاد کالونی، ساہیوال) ● مولانا صاحبزادہ محمد الی اللہ اشرفی کے جواں سال صاحبزادے محمد سلمان ● مولانا قاری محمد بشیر نوری (چک 164-A/9.L، بوریوالا) اور مولانا حافظ علی شیر نوری (چک گدارا، دیپال پور) کی والدہ محترمہ ● قاری محمد سلیم نوری (قلعہ سوندھا سنگھ، حجرہ شاہ مقیم) کے بہنوئی ریاض احمد ● مولانا عبدالغفور نوری (پیراڈائز سکول، بصیر پور) کے بھائی محمد احمد (چک اسد اللہ گڑھ) ● حاجی محمد صدیق انتالوی کی زوجہ محترمہ اور مولانا غلام رسول (چک سیدوالا قدیم، حویلی لکھا) کی نانی محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں---اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ و سلم علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین



اے ارضِ فلسطین!

کافر کا وجود ارضِ مقدس کی ہے توہین — مدت سے تری پیٹھ پہ ہے ظلم کی تمرین
جب تک کہ نہ ہو زیرِ زمیں ظلم کی تدفین — ہو سکتی نہیں ہے دلِ مجروح کو تسکین
اے ارضِ فلسطین

تو ارضِ مقدس ہے کرامات کا مخزن — اعلیٰ ہے تری شان تو نبیوں کا ہے مسکن
تجھ سے ہی تر و تازہ ہے ایمان کا گلشن — ہم لوگ کریں گے تری اب خون سے تزئین
اے ارضِ فلسطین

مسلم کو مٹانے کا تقاضا لیے دل میں — جیتے ہیں فقط بغض کا سودا لیے دل میں
صہیونی ریاست کی تمنا لیے دل میں — دنیا سے چلے جائیں گے بدمذہب و بددین
اے ارضِ فلسطین

گو امن کا دنیا میں تو بنتا ہے پرندہ — حالانکہ تری پیٹھ پہ ہے دستِ درندہ
تو اس کی فقط چشمِ عنایت سے ہے زندہ — دنیا کو جو کرتا ہے فقط صبر کی تلقین
اے ارضِ فلسطین

مانا کہ تو مجبور ہے مقہور ہے فی الحال — چھن جاتے ہیں فرزند ترے سیکڑوں ہر سال
پر لائقِ صد رشک ہیں واللہ ترے لال — ہیں تیرے فدائی بھی عجب قابلِ تحسین
اے ارضِ فلسطین

پھونکوں سے دِیا حق کا تو مدھم نہیں ہوتا — اس ظلم سے یہ ذوقِ جنوں کم نہیں ہوتا
ہاں پنجۂ کرگس میں کوئی دم نہیں ہوتا — آزاد کرائیں گے تجھے اب مرے شاہین
اے ارضِ فلسطین

ہم وقت کی آواز کا ادراک کریں گے — گو دست و گریباں کو بھی چاک کریں گے
صہیونی غلاظت سے زمیں پاک کریں گے — جذبہ یہ حقیقت بنے کہہ دو ذرا آمین!
اے ارضِ فلسطین

حاصل تمنائی



سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی علمی خدمات

مولانا محمد سبطین رضا مرتضوی

اولیائے کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کرتے وقت بیش تر ہمارے زیرِنظر ان کی کرامات ہوتی ہیں اور ہم ان کرامات سے ہی کسی ولی کے مقام و مرتبہ کا اندازہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ اس ضمن میں صحیح اور درست قاعدہ یہ ہے کہ ہم اولیائے کرام کی صرف کرامات تک ہی اپنی نگاہ محدود نہ رکھیں بلکہ اُن کی حیات کے دیگر پہلوؤں کا بھی مطالعہ کریں کہ اُن کا علمی، فکری، معاشرتی اور عوام الناس کی خیر و بھلائی کے ضمن میں کیا کردار رہا ہے؟ ایسے نفوسِ قدسیہ بہت تھوڑے ہیں جنہیں اللہ نے وہ استعداد عطا فرمائی ہو کہ جملہ علوم وفنون میں وہ یکتائے روزگار ہوں، اپنے عبقری دماغ اور اللہ کے خصوصی فضل واحسان سے دنیا کو بڑے بڑے فقہاء واد باء دیے ہوں، وقت وحالات کی رفتار اور اس کے رخ بدلے ہوں۔ اگر قدرت اپنی فیاضی سے وقتاً فوقتاً ایسے لوگوں کو نہ بھیجتی تو علم دنیا سے کب کا عنقا ہو چکا ہوتا۔

اگر اس تمثیل میں سوءِ ادبی کا پہلو نہ نکلتا ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ صلاح وفلاحِ امم کی دعوت میں انبیائے کرام علیہم السلام کی مقدس جماعت میں جو مقبولیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوئی ہے، اصلاحِ اخلاق واعمال کے ضمن میں آپ کے صدقے اور برکت سے پانچ سو سال بعد اولیائے کرام میں یہی شرف وفضل آپ کی نسل میں سے ایک شخص کو حاصل ہوا۔

غوثِ اعظم، پیرانِ پیر دستگیر، شیخ الشیوخ، سلطان الاولیاء، سردار اولیاء، قطبِ ربانی، محبوبِ سبحانی، قندیلِ لامکانی، امام الاولیاء، سید السند، قطب اوحد، شیخ الاسلام، زعیم العلماء، قطبِ بغداد، بازِ اشہب، ابو صالح، میرمحی الدین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی اَباً، حسینی اُمّاً، حنبلی مذہباً رضی اللہ عنہ عرشِ ولایت کے ایسے مسند نشیں تھے جن سے بے شمار کشف وکرامات کے صدور کے ساتھ ساتھ علمی ودینی خدمات اس کثرت سے وقوع پذیر ہوئیں کہ حدوحساب سے باہر ہیں۔

آپ علم شریعت وطریقت کے ایسے جامع تھے کہ بڑے بڑے فقہاء، ادباء اور دیگر ماہرینِ علم نے آپ کی علمی عظمت ورفعت دیکھ کر زانوئے تلمذ تہ کیا۔ آپ علم تفسیر میں ایک عظیم الشان اور ماہر مفسر کی حیثیت رکھتے ہیں اور علم حدیث میں آپ کا اتنا اونچا مقام ہے کہ بڑے بڑے محدثین آپ کی شان میں قصیدہ خوانی کرتے ہوئے نظر آئے ہیں۔

چنانچہ حافظ ابوالعباس احمد بن احمد بغدادی اور علامہ حافظ عبدالرحمٰن بن الجوزی، یہ دونوں اپنے وقت میں علم کے سمندر تھے، بالخصوص علم حدیث میں جبلِ عظیم شمار کیے جاتے تھے، بلکہ معاصرین میں کوئی ان کا ہم سر نہیں تھا، آپ کی مجلس وعظ میں حاضر ہوئے، قاری نے قرآن کریم کی ایک آیت تلاوت کی، آپ نے گیارہ تفسیری توجیہات بیان فرمائیں۔

ابوالعباس کہتے ہیں کہ میرے استفسار پر ابنِ جوزی نے بتایا کہ مجھے ان کا علم ہے، مگر جب حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے بارہویں تفسیر بیان فرمائی تو ابنِ جوزی نے کہا، مجھے اس کا علم نہیں، یہاں تک کہ آپ نے چالیس توجیہات بیان فرمائیں اور ہر توجیہ کے قائل کا نام لیا۔ ابنِ جوزی حیرت واستعجاب کی تصویر بنے رہے، پھر آخر میں آپ نے فرمایا کہ اب ہم قال سے حال کی طرف پلٹتے ہیں، پھر کلمہ طیبہ کا نعرہ بلند فرمایا تو ساری مجلس میں ایک وجد کی کیفیت اور

اضطراب پیدا ہو گیا اور علامہ ابن الجوزی نے بے خودی میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔

[ملخص: غوث الوریٰ بحیثیت مظہر مصطفیٰ، تصنیف: (صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری، ص ۴۸]

چھٹی صدی ہجری کے آغاز میں ارشاد، تلقین اور اصلاحِ احوال کا جو کام حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے کیا، بعد میں ہمیں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ کی پوری زندگی اپنے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان ''تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَ عَلِّمُوْهُ النَّاس'' (پڑھو اور پڑھاؤ) سے عبارت تھی۔ تصوف وولایت کے مرتبۂ عظمیٰ پر فائز ہونے اور خلقِ خدا کی اصلاح وتربیت کی مشغولیت کے باوجود درس وتدریس اور تصنیف وتالیف سے پہلو تہی نہ کی۔ آپ تیرہ (۱۳) مختلف علوم کا درس دیتے تھے اور اس کے لیے باقاعدہ وقت مقرر تھا۔ اگلے اور پچھلے پہر تفسیر، حدیث، فقہ، مذاہبِ اربعہ، اصول اور نحو کے اسباق ہوتے، ظہر کے بعد تجوید وقراءت کے ساتھ قرآنِ کریم کی تعلیم ہوتی۔

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا مدرسہ نظامیہ قلیل عرصہ میں علم وعرفان کا مرکز بن چکا تھا، جس میں بہت سے علماء اور فضلاء شرفِ تلمذ سے مشرف ہوئے اور خلقِ کثیر آپ کے علم وعرفان سے فیض یاب ہوئی، جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اندازہ لگائیں! آپ کے مدرسہ سے سالانہ تین ہزار طلبہ دستارِ فضیلت حاصل کرتے تھے اور آپ نے ۴۸ برسوں میں ایک لاکھ سے زائد علماء کو فارغ التحصیل کیا؛ آپ کے شاگردوں میں کوئی معمولی حیثیت کے عالم نہیں تھے، آپ کے تلامذہ کے علمی کمالات اگر بیان کیے جائیں تو کئی دفاتر درکار ہوں گے۔

آپ کی تدریس کے ساتھ ساتھ وعظ کی بہت ساری مجلسیں منعقد ہوتی تھیں، جن میں اطراف واکناف سے ہی نہیں بلکہ پورے بلادِ اسلامیہ سے لوگ آتے تھے۔ اس زمانے کے عظیم المرتبت شیوخ، زہاد واولیاء، اتقیاء واصفیاء، علماء وفقہاء، فصحاء وبلغاء، شرفاء ونجباء، بادشاہِ وقت آپ کی خدمت میں آ کر بیٹھتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے علمی فیوض وبرکات سے مستفیض ہوتے تھے، جن میں امام احمد کبیر الرفاعی (رحمۃ اللہ علیہ) بانی سلسلہ رفاعیہ، سیدنا شہاب الدین سہروردی (رحمۃ اللہ علیہ) بانی سلسلہ سہروردیہ، عباسیوں کا خلیفۂ وقت المستنجد باللہ اور امام السمعانی (رحمۃ اللہ علیہ) جیسے جید شیوخ قابلِ ذکر ہیں۔

تصانیف کتب

شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے طالبان حق کے لیے گراں قدر کتابیں تصنیف فرمائیں:

•سرالاسرار فی ما یحتاج الیہ الابرار •فتوح الغیب •الفتح الربانی •الرسالۃ الغوثیۃ •القصیدۃ اللامیۃ الغوثیۃ •المواھب الرحمانیۃ •جلاء الخاطر •الرد علی الرافضۃ •مسک الختام ملفوظات •وصایا الشیخ عبد القادر۔

سِرّ الاسرار فی ما یحتاج الیہ الابرار

سِرّ الاسرار حضورغوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مشہورزمانہ تصنیف ہے،جس میں آپ نے شریعت،طریقت،معرفت اور حقیقت کے اسرارکو پیش فرمایا ہے۔اس تصنیف کی یہ خاصیت بھی ہے کہ اس میں 100 سے زائد موضوعات کو ہر دو ظاہری اور باطنی پہلوؤں سے بیان کیا گیا ہے۔آپ رضی اللہ عنہ نے اس تصنیف میں علم تصوف کے مضامین پر اپنی پُر تاثیر علمی اور مدلل گفتگوفرمائی ہے کہ سالکِ راہ معرفتِ حق تعالیٰ کے اسرار سے لبریز ہو جاتا ہے،گویا کہ یہ کتاب آپ نے بعض طالبوں کے اصرار پر مبتدی طالبانِ مولیٰ کے لیے رقم فرمائی تھی لیکن یہ تصنیف اتنی علمی وسعت رکھتی ہے کہ موجودہ زمانے میں تجدید پسندوں کی طرف سے اہلِ تصوف پر جو اعتراضات وارد کیے جاتے ہیں،ان کا مدلل جواب اس تصنیفِ لطیف کی روشنی میں دیا جا سکتا ہے۔

فتوح الغیب

فتوح الغیب حضورغوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اٹھہتر (78) تقاریر کا مجموعہ ہے،جوانہوں نے وقتاً فوقتاً بغداد کی جامع مسجد اورمختلف عوامی اجتماعات میں فرمائی تھیں۔اس میں ہر تقریر کو ایک مقالہ کہا گیا ہے،کتاب میں شامل ہر مقالہ معرفت کا عکاس ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقالات طویل تقاریر کا خلاصہ اور بنیادی نکات ہیں،کیونکہ تقریباً سبھی مقالات ایک،دو یا زیادہ سے زیادہ چار صفحات میں مشتمل ہیں۔

الفتح الربانی

اس کتاب کا مکمل نام''الفتح الربانی و الفیض الرحمانی ''ہے،یہ حضورغوث اعظم رضی اللہ عنہ کے

ان مواعظ وملفوظات کا مجموعہ ہے جوان کے نواسے اور مرید خاص عفیف الدین المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات کو مجلسِ وعظ میں قلم بند کیا، اس میں آپ رضی اللہ عنہ کے وہ علوم ومعارف ہیں جو شریعت وطریقت کے مسافروں کے لیے انمول رہنما ہیں۔

الرسالة الغوثية

کتاب ''الرسالة الغوثية'' حضور سیدنا سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی باطنی معراج کے دوران اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے والی الہامی گفتگو پر مشتمل ہے۔

القصيدة اللامية الغوثية

یہ قصیدہ غوثیہ کے نام سے پوری دنیا میں مشہور ہے، یہ قصیدہ انتیس اشعار پر مشتمل ہے، جس کا پہلا شعر یہ ہے:

سَقَانِی الْحُبُّ کَأْسَاتِ الْوِصَالِ فَقُلْتُ لِخَمْرَتِی نَحْوِیْ تَعَالِ

''عشق ومحبت نے مجھے وصل کے پیالے پلائے، پس میں نے اپنی شرابِ معرفت سے کہا کہ میری طرف آ''---

یہ قصیدہ عالم وجد وکیف کی ایک صدا ہے، جس سے دل راحت محسوس کرتا ہے۔ اس قصیدہ میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے ارفع واعلیٰ روحانی مقامات کا ذکر بطورِ تحدیثِ نعمت کیا ہے۔ فتوح الغیب کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ جب حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اس قصیدہ کے اشعار پڑھتے تھے تو آخر میں ارشاد فرماتے تھے:

وَلَا فخر وَ ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ---

یہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی محض چند تصنیفات پر ایک مختصر تبصرہ ہے، ان تصانیف کے سمندر میں غواصی کر کے اگر علوم ومعارف کے موتی نکالے جائیں اور ان کو صفحاتِ قرطاس پر لایا جائے تو ہر تصنیف پر تبصرہ کی مستقل کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے فیضان سے شاد کام فرمائے۔ (آمین)



تبلیغِ اسلام میں صوفیہ کرام کا مجاہدانہ کردار

جسٹس (ر) پیر محمد کرم شاہ الازہری

معترضین حضرات کہتے ہیں کہ تصوف ایک افیون ہے اور صوفیہ نے ملت کے قوائے عمل کو مضمحل بلکہ مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ ان کو اس بات پر اصرار ہے کہ ملت کو چاہیے کہ تصوف کی بنائی ہوئی ان روپہلی اور سنہری زنجیروں سے اپنے آپ کو رہا کرائیں اور تصوف کی پیدا کردہ خواب آلود فضا سے نکل کہ حقائق کی تلخیوں سے دوچار ہونے کے لیے تیار ہو جائیں۔

ہم بڑی ذمہ داری اور وثوق کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ یہ الزام سراسر غلط اور بے بنیاد ہے، حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ ان بزرگوں نے ملت کے عروقِ مردہ میں ہمیشہ نئی روح پھونکی ہے، ان کی فیضِ نگاہ سے حوصلوں میں بلندی، عزائم میں پختگی، وَلولوں میں جولانی، اور قوتِ عمل میں برق آسا سرعت اور چمک پیدا ہوتی ہے۔ آپ ذرا تعصب کی پٹی اتار دیجیے اور تبلیغِ اسلام کی تحریک کے جواں مرد، علم برداروں کے نقوشِ پا کو دیکھتے ہوئے ان میدانوں تک پہنچنے کی کوشش کیجیے، جہاں حق نے باطل پر ابدی فتح حاصل کی۔ برصغیر پاک و ہند پہ ذرا سرسری نظر ڈالیے، سجز کا ایک درویش، تبلیغِ اسلام کے جذبہ سے سرشار ہو کر اپنے وطن کو چھوڑتا ہے، اپنے اقارب و احباب کو الوداع کہتا ہے، اپنی منقولہ اور غیر منقولہ املاک سے دست کش ہوتا ہے

اور تنہا بت کدۂ ہند کا رخ کرتا ہے۔ یہاں بھی کئی ایسے گوشے تھے جہاں اسلام نے اپنے قدم جما لیے تھے، لیکن اس کے حوصلہ کی بلندی، اس کے عزائم کی پختگی اور اس کے جوش کی جولانی اسے راجپوتانہ کے اس علاقہ میں لے جاتی ہے جہاں کفر کی کالی رات چھائی ہوئی ہے، ایک آمرِ مطلق راجا وہاں کا حکمران ہے، اس ظالم راجا کی اس ریاست کے کسی دور افتادہ گوشہ کو اپنا مسکن نہیں بناتا، بلکہ اس کی راجدھانی میں جا کر اپنا مصلیٰ بچھا دیتا ہے۔ ساری آبادی بت پرست ہے اور اپنے ان مشرکانہ عقائد میں حد درجہ غلو رکھتی ہے، وہ اپنے ان معبودوں کے خلاف کوئی بات سننا گوارا تک نہیں کر سکتی، جگہ جگہ مندر موجود ہیں، بڑے بڑے برہمن ان لوگوں کے عقائد اور نظریات کی حفاظت کے لیے ہر قسم کے علوم وفنون سے مسلح ہیں، مسندِ حکومت پر پرتھی راج جیسا جابر، ظالم اور متعصب ہندو راجا براجمان ہے، اس ناسازگار ماحول میں جو شخص حق کی دعوت دیتا ہے اور ہر قسم کے خطرات کے لیے سینہ سپر ہوتا ہے اور پھر اسلام کے پرچم یوں لہراتا ہے کہ اسے صدیوں کے انقلابات بھی سرنگوں نہیں کر سکتے، وہ شخص کون ہے؟ وہ ایک صوفی ہے، تصوف کے رنگ میں اس کا ظاہر اور باطن، اس کا ذہن، اس کا دل، اس کی سوانح اور اس کا تعلق، سب رنگے ہوئے ہیں، کیا ایسے شخص کے بارے میں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی تعلیمات، قوائے عمل کو مفلوج کر دینے والی ہیں، وہ رزم گاہِ حیات سے فرار کا راستہ بتاتا ہے۔ اگر آپ میں یہ جرأت ہے تو آپ کہیے اور کہتے رہیے، لیکن آپ کے یوں غل مچانے سے حقیقت مسخ نہیں ہو سکتی۔ اسی کی خانقاہ کے فیض یافتہ صوفی ہندوستان کے مشرق ومغرب میں پھیل جاتے ہیں اور کفر وشرک کا اندھیرا، جو صدیوں سے یہاں خیمہ زن تھا، اس کو اپنے نعرۂ قلندرانہ سے نیست ونابود کر کے رکھ دیتے ہیں۔ کاش! اس قسم کے نفوس قدسیہ ملت کو ہمیشہ نصیب ہوتے۔

شاید معترضین کے علم میں نہ ہو کہ جب چنگیزی طوفان نے دنیائے اسلام کو تہ وبالا کر کے رکھ دیا تھا، ہزاروں آباد شہر ویران کر دیے گئے تھے، لاکھوں بے گناہوں کو تہ تیغ کر دیا گیا تھا، عروس البلاد بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی تھی، عقل ودانش کے پرستار اسلام کے مستقبل سے مایوس ہو گئے تھے، معلوم ہے آپ کو کہ کس نے ان سرکش طوفانوں کا رخ موڑا تھا، کس نے اسلام کے دشمنوں کو اسلام کی شمع کا پروانہ بنا دیا تھا، وہ یہی صوفیہ کے گروہ کا ایک فرد تھا، جس کی ایک نظر نے ساری فضا کو بدل کر رکھ دیا تھا۔ ایک خراسانی بزرگ جو

سلسلہ عالیہ قادریہ سے نسبت رکھتے تھے، اشارۂ غیبی کے تحت ہلاکو خان کے بیٹے تگودار خان کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے تشریف لائے، وہ شکار سے واپس آ رہا تھا، اپنے محل کے دروازے پر ایک درویش کر دیکھ کر اس نے ازراہِ تمسخر پوچھا:

''اے درویش! تمہاری داڑھی کے بال اچھے ہیں یا میرے کتے کی دم؟''---

اس بے ہودہ سوال پر آپ قطعاً برہم نہ ہوئے، بڑے تحمل سے فرمایا:

''اگر میں اپنی جاں نثاری اور وفاداری سے اپنے مالک کی خوشنودی حاصل کرلوں تو میری داڑھی کے بال اچھے ہیں، ورنہ آپ کے کتے کی دم اچھی ہے، جو آپ کی فرماں برداری کرتا ہے اور آپ کے لیے شکار کی خدمت انجام دیتا ہے''---

تگودار خان اس غیر متوقع جواب سے بہت متاثر ہوا اور آپ کو مہمان کی حیثیت سے اپنے پاس ٹھہرایا اور آپ کی کوشش سے اس نے در پردہ اسلام قبول کرلیا۔لیکن اپنی قوم کی مخالفت کے خوف سے اس کا اظہار نہ کیا۔ پھر انہیں یہ کہہ کر رخصت کیا کہ سردست آپ تشریف لے جائیں، میں اپنی قوم کو ذہنی طور پر اسلام قبول کرنے پر آمادہ کروں گا۔ چنانچہ آپ وطن واپس آ گئے، کچھ عرصہ بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔وفات سے پہلے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ وہ تگودار خان کے پاس جائے اور اسے اپنا وعدہ یاد دلائے۔ کچھ عرصہ بعد وہ تگودار خان کے پاس پہنچے، اس کو اپنا تعارف کرایا اور اپنے آنے کی وجہ بتائی۔اس نے کہا کہ دوسرے تمام سردار اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہیں لیکن فلاں سردار ابھی اسلام قبول کرنے کے لیے تیار نہیں، اگر وہ راہِ راست پر آ جائے تو یہ مشکل آسان ہو سکتی ہے۔

آپ نے اسے بلا بھیجا اور تبلیغ کی، اس نے کہا، میری ساری عمر میدانِ جنگ میں گزری ہے، میں علمی دلائل کو نہیں سمجھ سکتا، میرا ایک ہی مطالبہ ہے کہ یہ درویش میرے پہلوان سے مقابلہ کرے، اگر اسے پچھاڑ دے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا، تگودار خان نے آپ کا نحیف و لاغر جسم دیکھ کر اس مطالبہ کو مسترد کرنا چاہا، لیکن آپ نے اس کا چیلنج منظور کرلیا، مقابلہ کے لیے تاریخ اور جگہ کا تعین ہوگیا، مقررہ دن بے شمار مخلوقات یہ عجیب وغریب دنگل دیکھنے کے لیے جمع ہوگئی۔ایک طرف نحیف وکمزور پیر فرتوت اور دوسری طرف ایک پیل تن گرانڈیل نوجوان، تگودار خان نے بڑی کوشش کی کہ یہ مقابلہ نہ ہو، لیکن وہ درویش مقابلہ کرنے کے لیے مُصِر تھا۔جب دونوں پہلوان اکھاڑے میں نکلے تو آپ نے اس زور سے

اپنے حریف کو ایک طمانچہ مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا، وہ غش کھا کہ زمین پہ آ گیا۔

وہ سردار حسبِ وعدہ میدان میں نکل آیا، آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ تگودار خان نے بھی اپنے ایمان کا اظہار کر کے اپنا نام ''احمد'' رکھا۔

ہلاکو خان کا ایک چچازاد بھائی تھا، جس کا نام ''برکہ'' تھا، اسے بھی حضرت شیخ شمس الدین باخوری رحمۃ اللہ علیہ نے مشرف باسلام کیا۔

اس طرح ان پاک نہاد صوفیہ کی جرأتِ ایمانی اور دل آویز اسلوبِ تبلیغ کے طفیل:

''پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے''

فتحِ قسطنطینہ، اسلامی فتوحات کی تاریخ کا ایک لافانی واقعہ ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ بائیس سالہ سلطان محمد کو کس نے اس کٹھن مہم کو سر کرنے کے لیے برانگیختہ کیا، وہ ایک صوفی تھے، (حضرت عاق شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ) جو سلطان محمد کے مرشدِ طریقت تھے، انہیں کی ترغیب اور بشارت سے سلطان نے یہ بے نظیر کارنامہ انجام دیا۔

جن صوفیہ کی مساعیٔ جمیلہ کے صدقے دنیا میں اسلام پھیلا، قلعے اور شہر فتح ہوئے، قوموں اور ملکوں کے مقدر سنور گئے، ان کے بارے میں اسی ملت کے افراد اگر یہ کہیں کہ ''تصوف ایک افیون ہے''، یہ غور و فکر کی قوتوں کو شل کر دیتی ہے، قوائے عمل کو اپاہج بنا دیتی ہے، تو اس زیادتی پر کس سے شکوہ کیا جائے؟

آیئے! بیگانوں سے پوچھیے کہ وہ صوفیہ کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟

پروفیسر خلیق احمد نظامی کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''یورپ کے مستشرق جب اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا سیاسی زوال کبھی ان کے دینی نظام کو تباہ نہ کر سکا۔ بلکہ بقول پروفیسر ہٹی (HITTI) اکثر ایسا ہوا کہ سیاسی اسلام کے تاریک ترین لمحات میں مذہبی اسلام نے بعض نہایت شاندار کامیابیاں حاصل کیں۔ ہالینڈ کے ایک فاضل لوکے گارد نے دبے انداز میں اس بات پر استعجاب کا اظہار کیا ہے کہ گو اسلام کا سیاسی زوال تو بارہا ہوا، لیکن روحانی اسلام میں ترقی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا'' --- [تاریخ مشائخِ چشت، ص۹]

پروفیسر مذکور نے ایک مشہور مستشرق ایچ اے آر گب (GIBB) کی ایک تقریر کا

حوالہ بھی دیا ہے، جو انہوں نے آکسفورڈ یونی ورسٹی کی مجلس کے سامنے کی تھی۔ گب نے کہا:

"تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا، لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیہ کا اندازِ فکر فوراً اس کی مدد کو آ جاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی"---

اسلام کے مخالف اور بدخواہ تو اس طوفانی قوت کا اندازہ کر کے لرزہ براندام ہیں، جو تصوف کے چشمۂ شیریں سے ملت کو حاصل ہوتی ہے۔ ادھر ہم ہیں کہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہیں اور شکوک و شبہات کے خس و خاشاک سے اس چشمۂ صافی کو گدلا کرنے کے درپے ہیں۔

تحریکِ پاکستان میں صوفیہ کرام نے جو شاندار کردار انجام دیا ہے، یہ تو کل کی بات ہے، اس کا کون انکار کر سکتا ہے۔

عصرِ حاضر مادیت گزیدہ ہے، ہر شخص مادی ثروت، مادی لذتوں، مسرتوں اور مادی جاہ و منصب کے حصول کے لیے دیوانہ وار مصروف عمل ہے۔ اس دَور میں اسے اس کی قطعاً کوئی پروا نہیں کہ پاکیزہ اخلاقی قدریں کسی طرح پامال ہو رہی ہیں، روحانیت کا رُخِ زیبا کیوں کر مسخ ہو رہا ہے اور دل کی دنیا طمع و حرص اور حسد و بغض کی آلائشوں سے کس قدر متعفن ہو رہی ہے، اگر یہ دیوانگی ہمیں کسی اچھے انجام سے دوچار کر دیتی تو ہم قطعاً اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہ کرتے، لیکن ہم کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ہم بڑی سرعت سے زوال و انحطاط کے گڑھے کے قریب ہوتے جا رہے ہیں اور یہ ایسا گڑھا ہے جس میں جو قوم گری ہے، پھر اسے ابھرنا نصیب نہیں ہوا۔ ملت کے بہی خواہوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی جملہ علمی، روحانی اور عملی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنی ملت کو اس گڑھے میں گرنے سے بچائیں۔ اس کا مؤثر ترین طریقہ یہ ہے کہ ان پاکیزہ فطرت ہستیوں کی زندگی کا مرقعِ زیبا پیش کریں، جہاں للّٰہیت، خلوص، قناعت، استغناء، عالی حوصلگی، جرأت، سخاوت اور ہر انسان سے بے پناہ ہمدردی کے انوار قلب و نظر کو روشنی بخش رہے ہوں اور یہ ساری خوبیاں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ صوفیہ کرام کے سوانحِ حیات میں ہی دستیاب ہو سکتی ہیں۔



ذہنی آلودگی

علامہ آفتاب احمد رضوی

صفائی نصف ایمان ہے، بدن کی صفائی ہو یا گھر کی، گردو پیش کی ہو یا ماحول کی۔ جب کہ ذہن کو صاف رکھنا اس سے کہیں زیادہ اہم اور ضروری ہے۔

جیسے آلودگی سے تعفن بڑھتا ہے، ماحول کا چین اور سکون ملیا میٹ ہو جاتا ہے، اسی طرح ذہنی آلودگی کے نتائج بڑے سنگین اور خطرناک ہو سکتے ہیں۔ اگر ایک انسان ہر کسی کو سنے، ہر چیز کو دیکھے، ہر طرف توجہ دے اور دماغ میں ہر چیز کو جگہ دے تو یہ دماغ نہیں رہے گا بلکہ ڈسٹ بن اور ردّی کی ٹوکری بن جائے گی، جیسے کہ دفاتر، دکانوں یا مکانوں میں کچرے اور فالتو اشیاء کے لیے کچرے دان استعمال ہوتا ہے، لامحالہ ذہن کی کیفیت اس سے کم نہیں ہوگی۔ ایک آدمی دن بھر جو مصروفیات رکھتا ہے رات کو خواب میں وہی سین، وہی نقشہ، وہی منظر اس کے سامنے ہوتا ہے، پھر زندگی بھر کے کیے کرائے کا نتیجہ آخرت میں کیوں نہیں آئے گا۔

مارکیٹ میں ہر قسم کا کپڑا دستیاب ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود انسان اپنی ضرورت اور مقصد کے کپڑے پہ اکتفا کرتا ہے۔ اسی طرح بازار میں مختلف چیزیں فراوانی سے دستیاب ہوتی ہیں لیکن انسان اپنی مقصودی اشیاء کے حصول میں دلچسپی رکھتا ہے، یوں ہی دنیائے ہست و بود کے اطراف واکناف میں خیالات، آراء، تصورات، معتقدات اور نقطہ ہائے نظر کی بہتات ہے، ان تمام کے حصول میں زندگی گنوا دینا کسی طرح بھی دانش مندی نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہر انسان اپنا مخصوص نقطۂ نظر رکھتا ہے، اپنی حاجت اور اپنا مقصود رکھتا ہے، جب ہر چیز کے حصول میں تابڑ توڑ دوڑے تو اپنا مقصود رہ جاتا ہے، بندہ ناکامی اور نامرادی

کے دَل دَل میں دھنس جاتا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَا لَا یَعْنِیْهِ---[سنن ترمذی:۲۳۱۷]

''بندہ کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ لایعنی کام چھوڑ دے''---

لیکن آج حالات دگرگوں ہو گئے ، لایعنی ، فضولیات ، لغویات اور واہیات کی بھرمار ہے، رات دن مصروف رہ کر بھی ہاتھ کچھ نہیں آتا ، جس کام سے دین و دنیا کا فائدہ نہ ہو اسے سرانجام دینا لغو نہیں تو اور کیا ہے؟

مثال کے طور پر انٹرٹینمنٹ (Entertainment) کو لے لیں، اس لفظ کے ضمن اور پہلو میں کیا کیا بھرا ہوا ہے؟ بے حیائی ، فحاشی ، عریانی کے سارے مہرے اس لفظ کے سائے میں پناہ لیے بیٹھے ہیں اور شیطان اس لیبل کے ساتھ کس قدر مصروفِ تلبیس ہے، سارا سارا دن کرکٹ کا میچ دیکھنے والوں سے پوچھا جائے کہ دن کے اختتام پر تمہیں کیا ملا؟

کیا اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا؟ کیا والدین کی فرماں برداری ہو گئی؟ کیا کوئی دولت ہاتھ آ گئی؟ سارا دن گنوا دینے کے بعد ہاتھ کچھ بھی نہ آیا۔ناول ، ڈائجسٹ ، گانا ، میوزک ، بے کار ویڈیوز پر اپنی قیمتی زندگی کے اوقات ولمحات قربان کرنا کسی طرح سے عقل مندی اور دانائی نہیں۔

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ آسمان پر ستاروں کی تعداد کتنی ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا، وضو کے فرائض کتنے ہیں؟ اس شخص نے کہا، آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا اور اپنا سوال کر ڈالا ، میں تو آپ کو بہت بڑا عالم سمجھ رہا تھا لیکن یہ کام آپ کے شایانِ شان نہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا:

''قیامت کے دن آسمان کے ستاروں کے بارے باز پرس نہیں ہو گی بلکہ وضو، نماز اور بنیادی امور کے بارے استفسار اور سوال ہو گا''---

سوشل میڈیا پر مختلف خیالات اور آراء کی بھرمار ہے۔جس طرح بہت بڑی شاہراہ پر ٹریفک کا بے ہنگم شور ہو یا مصروف ترین بازار میں لوگوں کا بے تحاشا رش اور بھیڑ ہو، بالکل اسی طرح الیکٹرانک میڈیا صبح مسافر شور شرابے کا جہان ہے، جہاں خیر کا پہلو کم اور شر روز افزوں ہے، جہاں تعمیر ناپید اور تخریب وافر مقدار میں دستیاب ہے۔ان حالات میں اگر اپنی مصروفیات اپنے مقصود تک محدود نہ ہوں تو کچرے کے ڈھیر سے ذہن ودماغ کا ماحول اتھل پتھل ہو سکتا ہے اور دماغ گندگی کا ڈھیر بن سکتا ہے بلکہ بن رہا ہے اور بہت سوں کا بن چکا ہے۔

کتاب سے، علماء سے، والدین سے، اسلاف سے، استاذ سے، اپنی تاریخ اور

اپنی ثقافت سے نسلِ نو کا رشتہ تیزی سے کٹ رہا ہے۔ ان کی شکلیں (حلیے) اور عقلیں، دونوں بدل چکی ہیں۔ آنے والے دن مزید مایوس کن محسوس ہو رہے ہیں۔

سرکاری سکولز، کالجز اور یونی ورسٹیز کے امتحانات کے نتائج ریڈ سگنل دے رہے ہیں، والدین کی نافرمانی چیخ چیخ کر نوجوانوں کی حالت زار بتا رہی ہے، اندر کی دنیا میں مادیت ناچ رہی ہے اور روحانیت موت وحیات کے بیچوں بیچ دلوں میں آخری سانسیں لے رہی ہے، عقل وفکر اور دانش وآگاہی سے کھوپڑیاں خالی ہوتی جا رہی ہیں اور محض کھوکھلے خیالات کی جھونپڑیوں کا روپ دھار رہی ہیں۔

سرکاری تعلیمی اداروں میں نشہ پروان چڑھ رہا ہے، حکومتی ادارے پریشان ضرور ہیں لیکن گاہے بگاہے اپنی بےبسی کا اظہار کر رہے ہیں۔ میڈیا پر روز بےحیائی کے نئے نئے سکینڈلز بھی ان اداروں کے چہرے کا بدنما داغ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دین سے دوری نے ہمیں دربدر پھرایا لیکن ہاتھ کچھ نہ آیا۔ اگر ہاتھ آئی تو ذلت ورسوائی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنے مطالعے کا قبلہ درست کیا جائے، معلومات کی کانٹ چھانٹ کی جائے، رطب ویابس کے حصول سے پرہیز کیا جائے، ذہن کو بلاوجہ پابند خواہشِ نفسانی نہ رکھا جائے، دماغ کو اپنے مقصود ومطلوب تک محدود رکھ کر دین ودنیا میں کامیابی کے حصول کو یقینی بنایا جائے۔ اسلاف کے دامن کو مضبوطی سے تھاما جائے، ان کے نقشِ قدم کو حرزِ جاں بنایا جائے، ان کی تعلیمات کو من وعن تسلیم کیا جائے اور نت نئے فرقوں اور فتنوں کی آواز پہ کان نہ لگایا جائے اور اپنی روشن تاریخ سے وابستگی کا ثبوت دیا جائے۔ روشن حقائق اور دلائل کو سمجھا جائے اور ہر نتھو خیرے کو دین کا ٹھیکیدار نہ سمجھا جائے۔

اسلام کو سمجھنے کے لیے قرآن وسنت، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، حضرات تابعین رحمۃ اللہ علیہم کی تعلیمات اور اسلام کی چودہ سو (1400) سالہ تاریخ میں اسلاف کے روشن اور بین حقائق کافی ہیں۔ قدم قدم پر دین فروشی کرنے والے اپنی دکان سجائے لوگوں کو گمراہ کرنے پہ تلے ہوئے ہیں، خاص کر سوشل میڈیا پر تو طوفانِ بدتمیزی بپا کیا ہوا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”سنو! جسم میں ایک ٹکڑا ہے، اگر ٹھیک رہا تو سارا جسم ٹھیک رہا اور اگر بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ گیا، سنو! وہ دل ہے“ --- [صحیح بخاری: ۵۲]

یعنی اگر خیالات اور سوچ درست ہے تو اعمال بھی درست رہیں گے اور اگر خیال کی دنیا

منفی ہوگئی تو اعمال کی کشتی بھی بھنور میں پھنس گئی۔ حدیث پاک میں آیا:

''جس نے اپنی تمام تر سوچوں کو ایک سوچ یعنی آخرت کی سوچ بنا لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیاوی غموں کے لیے کافی ہوگا اور جس کی تمام تر سوچیں دنیاوی احوال میں پریشان رہیں تو اللہ تعالیٰ کو کچھ پروا نہیں کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہو جائے'' ---[سنن ابن ماجہ:۴۱۶۰]

مثبت سوچ پر ذہن مطمئن ہوتا ہے، دل سکون پذیر ہوتا ہے، امن و آشتی کا ماحول بنتا ہے، لیکن منفی سوچ دباؤ، ٹینشن اور ڈپریشن کا پیش خیمہ ہوتا ہے، گھبراہٹ اور پریشانی کو جنم دیتا ہے۔ باہر کی ظلمت یعنی اندھیرے سے اندر یعنی سوچ کی ظلمت زیادہ نقصان دہ ہے، آپ کی زندگی آپ کی سوچ کی تعبیر ہے، جیسے آپ کی سوچ ہوگی اسی سانچے میں آپ کی زندگی ڈھل جائے گی۔ سوچ کی طاقت کو مائنڈ پاور کہتے ہیں، اسی مائنڈ پاور سے انسان بہت کچھ کرسکتا ہے۔ چونکہ زندگی کے ہر کام کے پیچھے آپ کی سوچ ہوتی ہے، جس قدر آپ کی سوچ مضبوط، مستحکم اور مثبت ہوگی اس قدر آپ کا کردار، رویہ، مضبوط اور طاقتور ہوگا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اپنے دل سے فتویٰ لیا کرو، نیکی وہ ہے جس پر طبیعت جمے اور جس پر دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو طبیعت میں چبھے اور دل میں کھٹکے، اگرچہ لوگ اس کا فتویٰ دیں'' ---[مسند احمد:۱۸۰۰۶]

یہاں ایک بات قابلِ غور ہے کہ مذکورہ حدیث میں یہ بھی آیا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت وابصہ اسدی رضی اللہ عنہ کے سینے پر دستِ اقدس رکھا، پھر فرمایا، دل سے فتویٰ لے۔ معلوم ہوا جس دل پر مصطفیٰ کریم ﷺ کا دستِ شفقت ہو، اس سے فتویٰ طلب کیا جاسکتا ہے، سوال کیا جاسکتا ہے۔ ہر دل اس قابل نہیں کہ اس میں اٹھنے والا خیال فتویٰ بن جائے اور اس پر ہر بندہ عمل کرتا پھرے، بلکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قلوبِ مقدسہ کو تزکیہ کے عمل سے گزارا گیا اور یُزَکِّیْھِمْ کی عملی تصویر بن گئے۔ بہرصورت ذہن کو آلودگی سے بچانے کا واحد راستہ یہی ہے کہ انسان اپنے مطالعہ، معلومات اور حواس کا دائرۂ کار شریعتِ مطہرہ کو بنائے اور یہ امام، رہبر اور پیشوا کے بغیر ممکن نہیں، پھر زندگی کا ہر گام منزلِ مراد کی طرف بڑھتا چلا جائے گا۔



چوتھی و آخری قسط

شیخ العلماء مکہ مکرمہ صالح بن صدیق کمال رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۶۳ھ......۱۳۳۲ھ/ ۱۸۴۷ء......۱۹۱۴ء

عابد حسین شاہ پیرزادہ

شیخ العلماء صالح بن صدیق کمال کی تصنیف ''حیلۂ اسقاط کی شرعی حیثیت'' پانچ اکابر علماء کی تصدیقات سے مزین ہے--- شیخ عبداللہ کا ذکر گزشتہ قسط میں آ چکا، بقیہ حضرات کا تذکرہ حسبِ ذیل ہے:

o...... شیخ احمد بن عبد اللہ ابوالخیر مرداد رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، وہیں وفات پائی اور قبرستان المعلیٰ میں مرداد خاندان کے احاطہ میں قبر بنی۔ حافظ و قاری، حنفی عالم، مسجد حرم کے امام و خطیب و مدرس تھے۔ آپ کے اساتذہ میں والد گرامی شیخ عبداللہ بن محمد صالح مرداد (وفات ۱۲۷۱ھ/ ۱۸۵۵ء)، ماموں شیخ عبدالرحمٰن بن عثمان جمال حنفی (وفات ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء) کے علاوہ شیخ سید عبداللہ بن محمد کوجک بخاری حنفی (وفات ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) مفتیٔ احناف شیخ جمال بن عبداللہ (وفات ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۸ء) شیخ محمد سعید بشارت خالدی (وفات ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء) شیخ علی السمنودی، شیخ محمد صالح رضوی اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی شامل ہیں۔

امیر مکہ کی طرف سے ''مفتیٔ احناف'' کا منصب شیخ احمد ابوالخیر مرداد کو دوبار ۱۲۹۸ھ، پھر ۱۳۱۱ھ میں پیش کیا گیا لیکن قبول نہیں کیا۔ اور مفتیٔ احناف شیخ عبدالرحمٰن سراج آپ کے ہم سبق نیز گہرے دوست تھے۔ وہ جب وطن طائف کا سفر کرتے تو پیچھے مفتیٔ احناف کی ذمہ داریاں

آپ انجام دیتے۔ بعد ازاں شیخ عبداللہ بن عباس صدیق (وفات ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) ’’مفتیٔ احناف‘‘ تعینات کیے گئے تو انہیں کہا گیا کہ شیخ احمد ابوالخیر مرداد سے رہنمائی لیتے رہیں۔ علاوہ ازیں عدالتی نظام میں قضاۃ کو جب کسی مقدمہ میں کوئی شرعی پہلو سمجھنے میں دقت پیش آتی تو آپ کی طرف رجوع کرتے۔

عثمانی عہد میں مسجد حرم مکی میں ائمہ وخطباء کے انتظامی اموراور نگرانی کے لیے ایک منصب ’’شیخ الخطباء و الائمۃ‘‘ نام سے تھا۔مرداد خاندان کے علماءِ احناف ۱۱۶۵ھ/۱۷۵۲ء سے عثمانی سلطنت کے خاتمہ ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء تک تقریباً پونے دوصدیاں اس پر فائز رہے۔ شیخ عبدالرحمٰن بن محمد صالح مرداد (وفات ۱۲۰۷ھ/۱۷۹۳ء تقریباً) اس خاندان کے اوّلیں شیخ الخطباء والائمۃ تھے اور شیخ عبداللہ بن احمد ابوالخیر مرداد شہید (وفات ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء) اس منصب سے وابستہ آخری شخصیت تھے۔اور کُل آٹھ علماءِ مرداد یکے بعد دیگر شیخ الخطباء تعینات ہوئے۔

شیخ احمد ابوالخیر مرداد نے ۱۲۹۳ھ میں یہ منصب سنبھالا اور ۱۲۹۹ھ میں مستعفی ہوگئے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد پھر سے تعینات کیے گئے تا آنکہ وفات پائی۔آپ زہد وتقویٰ نیز تواضع کے اوصاف سے بدرجۂ اتم متصف تھے۔اور آپ کے گھر کا دروازہ عام وخاص کے لیے ہمہ اوقات کھلا رہتا اور مرجع الناس تھے۔

آپ کی اولاد میں سے تین نے نام پایا۔ بڑے بیٹا شیخ محمد سعید ابوالخیر مرداد (وفات ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء) جو عثمانی عہد میں مدرس حرم، ہاشمی عہد میں محکمہ عدل میں عہدے دار اور سعودی عہد میں محکمہ اوقاف میں مدیر رہے۔دوسرے فرزند شیخ عبداللہ ابوالخیر مرداد شہید جو شیخ الخطباء کے منصب کے علاوہ مدرس مسجد حرم، قاضیٔ مکہ رہے۔اور علماءِ مکہ مکرمہ کے احوال پر شہرۂ آفاق کتاب نشر النور و الزھر فی تراجم افاضل مکۃ من القرن العاشر الی القرن الرابع عشر تالیف کی۔اور مولانا احمد رضا خان بریلوی سے اجازت و خلافت حاصل ہوئی۔تیسرے فرزند شیخ محمد نور ابوالخیر مرداد (وفات ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء) حافظ وقاری تھے اور انڈونیشیا منتقل ہوگئے، جہاں تجارت کے ساتھ قرآن کریم کی تعلیم پھیلانے میں مشغول رہے۔ان فرزندان کے علاوہ شاگردوں میں مسجد حرم کے امام وخطیب و مدرس

شیخ درویش بن حسن عجیمی، امام ومدرس حرم شیخ ابوالخیر حضرمی شافعی، مدرس حرم شیخ عبداللہ لبنی حنفی، مدرس حرم شیخ محمد مزمل حنفی (وفات ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء) کے نام شامل ہیں۔ نیز محدثِ حرمین شریفین شیخ عمر حمدان محرسی تیونسی مدنی (وفات ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۹ء) محدث مراکش و مسندالعصر اور فہرس الفھارس و الاثبات نامی مقبول کتاب کے مصنف سید محمد عبدالحیٔ کتانی (وفات ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء)، مولانا محمد عبدالباقی لکھنوی مہاجر مدنی (وفات ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء) نے شیخ احمد ابوالخیر مرداد سے جملہ اسلامی علوم میں روایت کی اجازت پائی۔ شاگردوں میں ایک اور اہم نام صوفی کبیر حاجی امداد اللہ چشتی مہاجر مکی (وفات ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء) کا ہے، جنہوں نے آپ سے تجوید سیکھی۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی کے دوسرے سفر مقدس کے موقع پر مکہ مکرمہ میں شیخ الخطباء احمد ابوالخیر مرداد سے ملاقاتیں ہوئیں۔ اور فاضل بریلوی نے اُن کی تجویز وخواہش پر کتاب ''الدولة المکیة بالمادة الغیبیة'' میں غیوبِ خمسہ کی بحث تالیف وشامل کی۔ اور شیخ احمد مرداد نے آپ کی دو کتب حسام الحرمین نیز الدولة المکیة پر تقاریظ لکھیں، جو مطبوع ہیں۔ اور گزر چکا کہ آپ کے فرزند عبداللہ ابوالخیر مرداد شہید نے اس موقع پر فاضل بریلوی سے روایت کی سند واجازت پائی۔ مزید یہ کہ مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی، فاضل بریلوی کے ہم سفر تھے، انہوں نے شیخ الخطباء احمد مرداد سے اسلامی علوم میں روایت کی اجازت حاصل کی۔ [۸۲]

O...... شیخ اسعد بن احمد دھان رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، وہیں وفات پائی اور قبرستان المعلیٰ میں دھان خاندان کے خاص احاطہ میں قبر بنی۔ حافظ وقاری، حنفی عالم، قاضی، مسجد حرم میں امام ومدرس تھے۔ اساتذہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی، شیخ عبدالحمید بن حسین داغستانی شروانی شافعی نقشبندی مجددی (وفات ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء)، شیخ عبدالرحمٰن حنفی، شیخ سید احمد بن زینی دحلان شافعی، مولانا حضرت نور پشاوری (وفات ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء) حافظ عبداللہ ہندی (وفات ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) مولانا اسماعیل نواب کابلی مکی کے علاوہ مکہ مکرمہ وارد ہونے والے اکابر علماء شیخ حسین بن محمد الجسر طرابلسی ازہری خلوتی (وفات ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء) شیخ سید محمد ناصر الدین ابوالنصر بن عبدالقادر الخطیب جیلانی حنفی شاذلی دمشقی (وفات ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء) وغیرہ کے نام ہیں۔

شیخ اسعد دہان حفظ قرآن کریم اور تجوید سیکھنے کے بعد اوائلِ عمر میں ہی مسجد حرم میں نمازِ تراویح کے امام ہوئے۔ اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد مسجد حرم کے بابِ سلیمانیہ کے نزدیک حلقۂ درس منعقد کرنے لگے۔ عثمانی عہد میں نائب قاضی، مسجد حرم و مطوفین سے متعلق امور کمیٹی کے صدر رہے اور ہاشمی عہد میں ۱۳۳۷ھ میں قاضی شہر تعینات کیے گئے۔ اسی کے ساتھ مسجد حرم میں تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کے شاگردوں میں مدرس مسجد حرم نیز مدرسہ صولتیہ و مدرسہ الفلاح کے استاذ اور فاضل بریلوی کے خلیفہ شیخ احمد بن عبداللہ ناضرین شافعی (وفات ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۰ء) مدرس حرم و قاضی شیخ سالم شفی (وفات ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۳ء) مدرس حرم و قاضی شیخ بکر بن محمد سعید بابصیل شافعی (وفات ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء) مدرس حرم و شیخ السادۃ العلویۃ سید صالح بن علوی بن عقیل شافعی (وفات ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء) مدرس حرم، مجلس شوریٰ کے نائب صدر، محکمۂ تعلیم میں مدیر شیخ صالح بن ابوبکر شطا شافعی (وفات ۱۳۶۹ھ/ ۱۹۵۰ء) مدرس حرم، شیخ سید عیدروس بن سالم البار شافعی (وفات ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۷ء) اور مدرس حرم شیخ محمد علی بلخیور شافعی (۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء) وغیرہ علماء مکہ مکرمہ شامل ہیں۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی کے دوسرے سفر حج و زیارت کے موقع پر شیخ اسعد دہان نے آپ کی دو کتب حسام الحرمین علی منحر الکفر و المین اور الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ پر تقاریظ لکھیں، جو مطبوع ہیں۔ نیز آپ سے اجازت و خلافت کی سند پائی۔[۸۳]

O...... شیخ عبد الرحمٰن بن احمد دھان رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، وہیں وفات پائی اور قبرستان المعلیٰ کے خاندانی احاطہ میں قبر بنی۔ حافظ و قاری، حنفی عالم، امام و مدرس مسجد حرم نیز مدرسہ صولتیہ میں مدرس درجہ اوّل، فقہ حنفی اور علم فلکیات کے خاص ماہر تھے۔ قرآن مجید حفظ و تجوید پر عبور کے بعد مسجد حرم میں نمازِ تراویح کے امام مقرر ہوئے۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی سے جملہ علوم اخذ کیے۔ دیگر اساتذہ میں شیخ عبدالحمید داغستانی شروانی شافعی، مولانا حضرت نور پشاوری، مولانا اسماعیل نواب کابلی مکی، شیخ عبدالرحمٰن سراج حنفی، شیخ سید احمد بن زینی دحلان شافعی، حافظ عبداللہ ہندی نابینا، مولانا عبدالحمید بخش ہندی مکی (وفات ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء)، ملا یوسف بن اسماعیل بنگالی مکی کے نام شامل ہیں۔

شیخ عبدالرحمٰن دہان مسجد حرم میں امامت کے علاوہ بابِ سلیمانیہ کے سامنے برآمدہ میں حلقۂ درس منعقد کرتے۔ نیز مدرسہ صولتیہ میں طویل عرصہ استاذ رہے۔آپ کے زہد وتقویٰ اور ورع کا مؤرخین نے بطور خاص ذکر کیا ہے۔امیر مکہ سید حسین بن علی ہاشمی آپ کے قدرداں تھے،انہوں نے شرعی عدالت میں جج کی نیابت اوراس نوع کے دیگراہم سرکاری مناصب پیش کیے،لیکن آپ نے معذرت کردی اورقبول نہیں کیے۔اورتمام ترتوجہ تدریس پرمرکوزرکھی، یہی وجہ ہے کہ مسجد حرم نیز مدرسہ صولتیہ میں خلقِ کثیرآپ سے فیض یاب ہوئی۔کتاب ''امام احمدرضا محدث بریلوی اورعلماءمکہ مکرمہ''میں آپ کےانتیس اہم شاگردوں کامختصرتعارف دیا گیاہے،جن میں سے پچیس علماء مسجد حرم مکی میں مدرس یاامام تعینات رہے۔مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں پانچ سوالات پرمبنی ایک استفتاء پیش کیا گیا،جس میں روافض کےاعمال وافعال، تعزیہ وسینہ کوبی وغیرہ کے بارے میں شرعی حکم دریافت کیا گیا۔جس کے جواب میں چھ علماءنے مشترکہ فتویٰ جاری کرتے ہوئے ان اعمال کوناجائز، بدعت،حرام بتایااورخلفاءاربعہ سے محبت کواہلِ سنت وجماعت کےعقائدوخصوصیات میں سے بتایا۔اس فتویٰ کاعربی متن نیز اردوترجمہ ماہ نامہ''شمس الاسلام'' بھیرہ میں شائع ہوا۔اورفتویٰ جاری کرنے والے علماءمکہ مکرمہ میں شیخ عبدالرحمٰن دہان کانام سب سےاوّل درج ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن دہان نےمولانااحمدرضاخان بریلوی کی دوکتب حسام الحرمین اور الدولة المكية پرتقاریظ لکھیں،جومطبوع ہیں۔نیز دورانِ ملاقات آپ سےاجازت وخلافت حاصل ہوئی۔[۸۴]

○......شیخ درویش بن حسن عجیمی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء)

ماضی قریب کی صدیوں کےمکہ مکرمہ میں جن گھرانوں نےعلم وفضل میں نام پایا،ان میں عجیمی خاندان بطورِخاص قابلِ ذکرہے۔اس خاندان کےعلماءِکرام کےاحوال ۱۴۴؍ صفحات پرمشتمل اردوکتاب''مکہ مکرمہ کے عجیمی علماء''میں دیے گئے ہیں۔اس گھرانہ کے اوّلیں اہم عالم وجدِاعلیٰ شیخ ابوالاسرارحسن بن علی عجیمی (وفات ۱۱۱۳ھ/۱۷۰۲ء)مسندحجاز، محدث،فقیہ حنفی،صوفی کامل اورساٹھ سےزائدکتب کےمصنف تھے۔جن میں سے تین چار شائع ہوئیں،جن میں مشاہیرکےاحوال پرکتاب''خبايا الزوايا''نام کی ہے۔ایک اور

اہم تصنیف ''السیف المسلول فی جھاد اعداء الرسول ﷺ'' ہے، جو تا حال شائع نہیں ہو سکی اور واحد قلمی نسخہ کتب خانہ مرعشی قم ایران میں نیز اس کا عکس مرکز جمعہ الماجد دبئی میں محفوظ ہے۔

شیخ حسن عجیمی نے حجازِ مقدس اور اسلامی دنیا کے جن علماء و مشائخ سے اخذ کیا، ان میں خطہ ہند کے دو علماء خواجہ محمد شفیع چشتی لاہوری دہلوی (وفات ۱۱۰۹ھ/ ۱۶۹۷ء) اور صاحبِ تفسیراتِ احمدیہ و نور الانوار کے مصنف مولانا احمد عرف ملا جیون امیٹھوی چشتی قادری (وفات ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۸ء) شامل ہیں۔ اور خود شیخ حسن عجیمی کے شاگردوں میں مولانا محمد حیات نقشبندی سندھی مدنی (وفات ۱۱۶۳ھ/ ۱۷۵۰ء) نیز مولانا ابو طیب محمد بن عبد القادر نقشبندی سندھی مدنی (وفات ۱۱۴۹ھ/ ۱۷۳۶ء) کے نام ملتے ہیں۔ جب کہ محدثِ سندھ مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی (وفات ۱۱۷۴ھ/ ۱۷۶۰ء) اور محدثِ ہند شاہ احمد بن عبد الرحیم عرف ولی اللہ دہلوی (وفات ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ھ) کا سلسلۂ روایت و تلمذ محض ایک واسطہ بعد شیخ حسن عجیمی سے متصل ہے۔ علاوہ ازیں شیخ احمد بن عبد الاحد سرہندی عرف مجدد الف ثانی کے فرزند خواجہ محمد معصوم سرہندی (وفات ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۵۹ء) کے احوال ''خبایا الزوایا'' میں درج کیے، جہاں آپ کا نام حسبِ ذیل الفاظ و اوصاف کے ساتھ لکھا:

''مولانا الشیخ محمد معصوم بن احمد الکابلی العمری النقشبندی، الشیخ الامام، القدوۃ الھمام، جمال الدین، مربی المریدین، و مرشد السالکین، و محقق العارفین، رئیس الصوفیۃ بالھند و نواحیہ''---[۸۵]

شیخ صالح کمال کی ''حیلۂ اسقاط کی شرعی حیثیت'' کے مقرظ شیخ درویش بن حسن بن محمد بن علی بن محمد بن ابو الاسرار حسن بن علی عجیمی کا سلسلۂ نسب محض چار واسطوں بعد انہی شیخ حسن عجیمی سے متصل ہے۔ شیخ درویش مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، وہیں وفات پائی اور قبرستان المعلٰی میں تدفین ہوئی۔ حنفی عالم، حافظ، امام و خطیب و مدرس مسجد حرم تھے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور مسجد حرم میں متعدد بار نمازِ تراویح کی امامت کرائی اور ساتھ میں تعلیم جاری رکھی۔ اساتذہ میں سب سے اہم نام شیخ الخطباء احمد ابو الخیر مرداد کا ہے۔ نیز

مولانا رحمت اللہ کیرانوی، شیخ سید ابوبکر بن محمد شطا شافعی (وفات ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء) شیخ عبدالقادر بن عبد اللہ شمس حنفی (وفات ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) شیخ محمد حسب اللہ بن سلیمان شافعی (وفات ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء) مفتیٔ احناف شیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ سراج سے علوم اخذ کیے۔ پھر مسجد حرم میں ہی مدرس تعینات ہوئے اور باب الزیادۃ کے سامنے حلقہ درس منعقد کرتے نیز امام وخطیب ہوئے۔ علاوہ ازیں محکمہ عدل وانصاف میں امین فتویٰ تعینات کیے گئے۔

شیخ درویش عجیمی کے شاگردوں میں مدرس مسجد حرم ومدرسہ صولتیہ ومدرسہ الفلاح، قاضی شیخ احمد بن عبداللہ ناضرین شافعی، قاضی ونائب مدیر محکمہ اوقاف مکہ مکرمہ شیخ عرابی بن محمد صالح سجینی کے علاوہ مسجد حرم مکی و مدرسہ الفلاح کے مدرس شیخ عیسیٰ بن محمد رواس حنفی (وفات ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء) شامل ہیں۔[۸٦]

خلاصہ

شیخ محمد صالح بن عبدالرحمٰن کمال رحمۃ اللہ علیہ عثمانی عہد کے مکہ مکرمہ میں حافظ وقاری، حنفی عالم، مسجد حرم مکی میں امام وخطیب نیز مدرس تھے۔ جدہ شہر کے قاضی رہے، پھر مکہ مکرمہ میں ''مفتیٔ احناف'' تعینات کیے گئے۔ بعدازاں علماءِ مکہ مکرمہ کے نگرانِ اعلیٰ منصب ''شیخ العلماء'' مقرر ہوئے۔ شاگردوں میں سے متعدد اس شہر مقدس کے اکابر علماء میں شمار ہوئے۔ نیز سیرت، سانحہ کربلا، فقہ حنفی وغیرہ موضوعات پر چار سے زائد مختصر تصنیفات ہیں۔ جن میں سے ایک القول المختصر تین بار، مکہ مکرمہ، لاہور وقندہار اور پشاور سے شائع ہوئی، جو مکہ مکرمہ کے پانچ اکابر علماء واحناف کی تقاریظ سے مزین ہے، اوراس کا اردو ترجمہ پروفیسر مولانا سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی نے کیا، جو ''حیلہ اسقاط کی شرعی حیثیت'' نام سے پشاور سے شائع ہوا۔ شیخ صالح کمال مکی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی کے شاگرد تھے، نیز علماء لاہور کے سرتاج مولانا غلام دستگیر نقشبندی قصوری کی کتاب ''تقدیس الوکیل'' پر تقریظ لکھی، جس کا متن و اردو ترجمہ مطبوع ہے۔ اور مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی کی تین تصنیفات ''فتاویٰ الحرمین برجف ندوہ المسلمین''، ''الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ'' اور ''حسام الحرمین'' پر تقاریظ لکھیں، جو مع اردو ترجمہ شائع ہوئیں، نیز فاضل بریلوی سے ملاقات کے موقع پر اسلامی علوم میں روایت کی اجازت وخلافت پائی۔

حوالہ جات وحواشی

۸۲......شیخ احمد ابوالخیر مرداد کے حالات: ''امام احمد رضا محدث بریلوی اور علماء مکہ مکرمہ'' نامی کتاب میں درج ہیں، جو ماہ نامہ ''معارفِ رضا'' کراچی میں قسط وار اور پھر پاک و ہند سے بارہا شائع ہوئی۔ اور ''جہانِ امام احمد رضا'' کی تیسری جلد میں ہیں۔
نیز/ اعلام المکیین، جلد۲، صفحہ۸۵۲/ سیر و تراجم، صفحہ۶۰ تا۶۱/ مختصر نشر النور، مقدمہ صفحہ۳۲/ الملفوظ، جلد۲، صفحہ۱۲۹/ نثر الدرر، صفحہ۲۰/ نظم الدرر، صفحہ۱۶۴ تا ۱۶۵/ معارفِ رضا، شمارہ مئی، جون ۲۰۰۰ء، صفحہ۶۴ تا ۶۷

۸۳......شیخ اسعد دہان کے حالات: کتاب ''امام احمد رضا محدث بریلوی اور علماء مکہ مکرمہ'' اور ''جہانِ امام احمد رضا'' کی تیسری جلد میں درج ہیں۔ نیز/ الاجازات المتینۃ، صفحہ۳۳، ۴۹/ اعلام المکیین، جلد۲، صفحہ۴۳۴/ تاریخ مکۃ، صفحہ۵۸۵/ تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، صفحہ۵۵/ سیر و تراجم، صفحہ۲۷ تا ۳۷/ مختصر نشر النور، صفحہ۱۲۹ تا ۱۳۰/ الملفوظ، جلد۲، صفحہ۱۴۷/ نظم الدرر، صفحہ۱۶۷ تا ۱۶۸/ معارفِ رضا، شمارہ ۱۹۹۹ء، صفحہ۱۹۴ تا ۱۹۵، شمارہ مارچ ۲۰۰۳ء، صفحہ۲۶

۸۴......شیخ عبدالرحمٰن دہان کے حالات: ''امام احمد رضا محدث بریلوی اور علماء مکہ مکرمہ'' اور ''جہانِ امام احمد رضا'' کی تیسری جلد میں درج ہیں۔ نیز/ الاجازات المتینۃ، صفحہ۳۳، ۴۹/ اعلام المکیین، جلد۱، صفحہ۴۳۵ تا ۴۳۶/ سیر و تراجم، صفحہ۱۶۰ تا ۱۶۲/ فہرس مخطوطات مکتبۃ مکۃ المکرمۃ، صفحہ۳۹۹/ مختصر نشر النور، صفحہ۲۴۱ تا ۲۴۲/ الملفوظ، جلد۲، صفحہ۱۴۷/ نظم الدرر، صفحہ۱۸۴ تا ۱۸۵/ شمس الاسلام، شمارہ اکتوبر ۱۹۵۰ء، صفحہ۱۲، ۳۰ تا ۳۱/ معارفِ رضا، شمارہ مارچ ۲۰۰۳ء، صفحہ۲۶

۸۵...... خبایا الزوایا، صفحہ۳۲۷

۸۶......شیخ درویش عجیمی کے حالات: اعلام المکیین، جلد۲، صفحہ۶۲۹/ سیر و تراجم، صفحہ۱۰۵ تا ۱۰۶/ مختصر نشر النور، صفحہ۱۹۴/ مکہ مکرمہ کے عجیمی علماء، صفحہ۹۳ تا ۹۵/ نثر الدرر، صفحہ۸/ نظم الدرر، صفحہ۱۷۶ تا ۱۷۷



ذکرِ الٰہی کی اہمیت

احمد علی محمودی

ذکر کا معنی و مفہوم

لغوی اعتبار سے لفظ ''ذکر'' کے مندرجہ ذیل معانی ہیں: یاد کرنا، ذہن میں کسی چیز کو دُہرانا، بار بار دیکھنا یا بھولی ہوئی چیز کو یاد کرنا، قول بیان کرنا وغیرہ۔ قرآن مجید میں یہ لفظ نصیحت، اللہ کی یاد، نماز، دعا اور قرآن کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ان سب میں یادِ الٰہی اور ذکر اللہ مشترک ہے۔

قرآن مجید میں ذکر کے مقابل غفلت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، جس کے معنی خدا فراموشی کے ہیں۔ لہٰذا ذکر الٰہی کا مفہوم یہ ٹھہرا کہ بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کبھی غافل نہ ہو اور ہر وقت اور ہر حالت میں خالقِ حقیقی کو یاد رکھے، کیونکہ صوفیہ کے قول ''جو دم غافل، سو دم کافر'' کے مطابق جو سانس اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہے، وہ ناشکری کی حالت میں گزر رہا ہے۔

ذکرِ الٰہی: قرآنی آیات کی روشنی میں

(۱) فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِیْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ﴿۱۵۲﴾---[البقرۃ]

''پس تم مجھے یاد کیا کرو، مَیں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کیا کرو اور میری ناشکری نہ کیا کرو''---

(۲) وَ الَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ ص وَ مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ قف وَ لَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَ ھُمْ یَعْلَمُوْنَ﴿۱۳۵﴾---[آل عمرٰن]

''اور وہ لوگ جب کوئی بے حیائی کا کام کر بیٹھیں یا اپنے حق میں ظلم کریں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں سے بخشش مانگتے ہیں۔ اور سوائے اللہ کے اور کون ہے گناہ بخشنے والا! اور اپنے کیے پر وہ جانتے بوجھتے اڑتے نہیں ہیں''---

(۳) فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ ج---

[النساء:۱۰۳]

''پھر (اے مسلمانو!) جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر (لیٹے، ہر حال میں) یاد کرتے رہو''---

وَ اذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَۃً وَّ دُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ﴿۲۰۵﴾---[الاعراف]

''اور اپنے ربّ کو اپنے دل میں عاجزی کرتے اور ڈرتے ہوئے یاد کرتے رہو صبح اور شام بلند آواز کی بجائے ہلکی آواز سے اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ''---

(۴) یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَ اذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴿۴۵﴾---[الانفال]

''اے ایمان والو! جب (دشمن کی) کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہا کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو، تاکہ تم فلاح پا جاؤ''---

وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ط اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ط ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ﴿۱۱۴﴾---[ھود]

''اور نماز قائم کرو دن کے دونوں طرف اور کچھ حصہ رات کا۔ بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں۔ یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے''---

(۵) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ ط اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴿۲۸﴾---[الرعد]

’’جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں، جان لو! اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے‘‘---

⑥ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ---[الکھف:۲۴]

’’جب تم بھول جاؤ تو اللہ کو یاد کرو!‘‘---

⑦ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ﴿۴۵﴾---[العنکبوت]

’’اور اللہ کا ذکر واقعی سب سے بڑا ہے۔ اور اللہ ان (کاموں) کو جانتا ہے جو تم کرتے ہو‘‘---

⑧ وَ الذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا﴿۳۵﴾---[الاحزاب]

’’اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجرِ عظیم بطورِ بدلہ تیار کر رکھا ہے‘‘---

⑨ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ﴿۴۱﴾ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا﴿۴۳﴾---[الاحزاب]

’’اے ایمان والو! تم کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو۔ اور صبح و شام اُس کی تسبیح کیا کرو۔ وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے بھی تا کہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے۔ اور وہ ایمان والوں پر نہایت رحم کرنے والا ہے‘‘---

⑩ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹﴾ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴿۱۰﴾---[الجمعة]

’’اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن (جمعہ کی) نماز کے لیے اذان دی جائے تو فوراً اللہ کے ذکر (یعنی خطبہ و نماز) کی طرف تیزی سے چل پڑو اور خرید و فروخت (یعنی کاروبار) چھوڑ دو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ پھر جب

نماز ادا ہو چکے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور (پھر) اللہ کا فضل تلاش کرنے لگو اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ"---

⑪ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝٩---[المنٰفقون]

"اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد (کہیں) تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو شخص ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں"---

⑫ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝٨---[المزمل]

"اور آپ اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کریں اور ہر طرف سے کٹ کر بس اُسی کے ہو رہیں"---

ذکرِ الٰہی : احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى : اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ، وَ اَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِيْ، فَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ، وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاءٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ، وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا، وَاِنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً---[متفق علیه]

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ میرے متعلق جیسا گمان رکھتا ہے، مَیں اُس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو مَیں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ پھر اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرے تو مَیں بھی (اپنے شایانِ شان) خفیہ اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ کسی جماعت میں میرا ذکر کرے تو مَیں اُس کی جماعت سے بہتر جماعت میں اُس کا ذکر کرتا ہوں۔ اگر وہ ایک بالشت میرے نزدیک آئے تو مَیں ایک بازو کے برابر اُس کے نزدیک ہو جاتا ہوں اور اگر وہ ایک بازو کے برابر میرے نزدیک آئے تو مَیں دو بازوؤں کے برابر اُس کے نزدیک ہو جاتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آئے تو مَیں اُس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں"---

(۲) حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما دونوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں گواہی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلَائِکَۃُ وَ غَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ، وَ نَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ، وَ ذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ---[رواہ مسلم و الترمذی]

''جب بھی کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے جمع ہوتے ہیں تو انہیں فرشتے ڈھانپ لیتے ہیں اور رحمت انہیں اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اور ان پر سکینت (سکون وطمانیت) کا نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کا ذکر اپنی بارگاہ کے حاضرین (مقرب فرشتوں) میں کرتا ہے''---

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ عَلٰی اَحَدٍ یَقُوْلُ: اَللّٰہُ اَللّٰہُ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی لَا یُقَالَ فِی الْاَرْضِ: اَللّٰہُ، اَللّٰہُ---[رواہ مسلم]

''اللہ اللہ کہنے والے کسی شخص پر قیامت نہیں آئے گی (یعنی جب قیامت آئے گی تو دنیا میں کوئی بھی اللہ اللہ کرنے والا نہ ہوگا) دوسری روایت میں فرمایا: قیامت اس وقت برپا ہوگی، جب دنیا میں اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہیں رہے گا''---

(۴) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَ اَزْکَاھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَ اَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ، وَ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَ الْوَرِقِ، وَ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ، فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ وَ یَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ؟ قَالُوْا: بَلٰی! قَالَ: ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی---[رواہ الترمذی و ابن ماجۃ]

''کیا مَیں تمہیں تمہارے اعمال میں سے سب سے اچھا عمل نہ بتاؤں جو تمہارے مالک کے ہاں بہتر اور پاکیزہ ہے، تمہارے درجات میں سب سے بلند ہے، تمہارے سونے اور چاندی کی خیرات سے بھی افضل ہے اور تمہارے

دشمن کا سامنا کرنے یعنی جہاد سے بھی بہتر ہے، یہاں تک کہ تم انہیں قتل کرو اور وہ تمہیں قتل کر دیں؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: وہ عمل اللہ کا ذکر ہے“---

⑤ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! احکامِ اسلام مجھ پر غالب آ گئے ہیں، مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں جسے میں انہماک سے کرتا رہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

لَا یَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ---

”تیری زبان ہر وقت ذکرِ الٰہی سے تر رہنی چاہیے“---

⑥ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ یَذْكُرِ اللّٰهَ فِیْهِ كَانَتْ عَلَیْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ، وَ مَنِ اضْطَجَعَ مُضْطَجَعًا لَا یَذْكُرُ اللّٰهَ فِیْهِ كَانَتْ عَلَیْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ---[رواه ابوداؤد]

”جو اپنے بیٹھنے کی جگہ سے اُٹھ گیا اور اس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر ندامت وارد ہو گی اور جو بستر میں لیٹے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے بھی ندامت ہو گی“---

⑦ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اَكْثِرُوْا ذِكْرَ اللّٰهِ حَتّٰى یَقُوْلُوْا: مَجْنُوْنٌ---

[رواه احمد و ابن حبان وابویعلٰی]

”اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں“---

⑧ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا: کون سے مجاہد کا ثواب زیادہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اَكْثَرُهُمْ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى ذِكْرًا قَالَ: فَاَیُّ الصَّآئِمِیْنَ اَعْظَمُ اَجْرًا؟ قَالَ: اَكْثَرُهُمْ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى ذِكْرًا ثُمَّ ذَكَرَ لَنَا الصَّلَاةَ وَ الزَّكَاةَ وَ الْحَجَّ وَ الصَّدَقَةَ كُلُّ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یَقُوْلُ: اَكْثَرُهُمْ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى ذِكْرًا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ لِعُمَرَ (رضی اللہ عنہما): یَا اَبَا حَفْصٍ، ذَهَبَ الذَّاكِرُوْنَ

بِکُلِّ خَیْرٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اَجَلْ---[رواہ احمد و الطبرانی]

''اُن (مجاہدین) میں سے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔اس نے دوبارہ عرض کیا: روزہ داروں میں سے کس کا ثواب زیادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اُن میں سے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ پھر اُس نے ہمارے لیے نماز، زکوٰۃ، حج اور صدقے کا ذکر کیا۔حضور نبی اکرم ﷺ ہر بار فرماتے رہے: جو اُن میں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابوحفص! اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے تو ہر بھلائی لے گئے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بالکل (درست ہے)''---

⑨ حضرت ابوجوزا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلَ الْمُنَافِقُوْنَ : اِنَّکُمْ مُرَاؤُوْنَ---

[رواہ البیہقی]

''اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کیا کرو کہ منافق تمہیں ریاکار کہیں''---

⑩ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مَیں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے جدا ہوتے ہوئے جو آخری بات کی، وہ یہ تھی: مَیں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَنْ تَمُوْتَ وَ لِسَانُکَ رَطْبٌ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ---

[رواہ ابن حبان و الطبرانی]

''یہ کہ جب تو فوت ہو تو تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہو''---

⑪ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَیَذْکُرَنَّ اللّٰہَ قَوْمٌ فِی الدُّنْیَا عَلَی الْفُرُشِ الْمُمَھَّدَۃِ یُدْخِلُھُمُ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی ---[رواہ ابن حبان و ابویعلٰی]

''کچھ لوگ دنیا میں بچھے ہوئے پلنگوں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے اور وہ انہیں (جنت کے) بلند درجات میں داخل کر دے گا''---

⑫ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الشَّیْطَانَ وَاضِعٌ خَطْمَہٗ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ آدَمَ ، فَاِنْ ذَکَرَ اللّٰہَ خَنَسَ وَ اِنْ نَسِیَ الْتَقَمَ قَلْبَہٗ ، فَذٰلِکَ الْوَسْوَاسُ الْخَنَّاسُ---[رواہ ابویعلٰی]

''شیطان ابنِ آدم کے دل پر اپنی سونڈ (تھوتھنی) رکھے ہوتا ہے، اگر وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو بھاگ جاتا ہے اور اگر وہ بھول جائے تو وہ اسے اُس کے دل میں داخل کر دیتا ہے اور یہی وسوسہ ڈالنے والا خناس ہے''---

⑬ حضرت اُمِّ انس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اُھْجُرِیْ الْمَعَاصِیْ فَاِنَّھَا اَفْضَلُ الْھِجْرَۃِ ، وَ حَافِظِیْ عَلَی الْفَرَائِضِ فَاِنَّھَا اَفْضَلُ الْجِھَادِ ، وَ اَکْثِرِیْ ذِکْرَ اللّٰہِ فَاِنَّکِ لَا تَاْتِیْنَ اللّٰہَ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ کَثْرَۃِ ذِکْرِہٖ---[رواہ الطبرانی]

''گناہوں کو چھوڑ دے کہ یہ سب سے افضل ہجرت ہے اور فرائض کی پابندی کر، کہ یہ سب سے افضل جہاد ہے اور زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر کہ تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کثرتِ ذکر سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز پیش نہیں کر سکتی''---

⑭ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَنْ عَجَزَ مِنْکُمْ عَنِ اللَّیْلِ اَنْ یُّکَابِدَہٗ وَ بَخِلَ بِالْمَالِ اَنْ یُّنْفِقَہٗ وَ جَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ اَنْ یُّجَاھِدَہٗ فَلْیُکْثِرْ ذِکْرَ اللّٰہِ---[رواہ الطبرانی]

''تم میں سے جو شخص پوری رات (عبادت کرنے) کی مشقت سے عاجز ہے، دولت خرچ کرنے میں بخیل ہے اور دشمن کے ساتھ جہاد کرنے میں بزدل ہے تو اُسے زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیے (تاکہ اس کی یہ کمزوریاں دور ہو سکیں)''---

⑮ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

لَوْ اَنَّ رَجُلًا فِیْ حِجْرِہٖ دَرَاھِمُ یَقْسِمُھَا وَ آخَرُ یَذْکُرُ اللّٰہَ کَانَ الذَّاکِرُ لِلّٰہِ اَفْضَلَ---[رواہ الطبرانی]

''اگر ایک آدمی کے دامن میں درہم ہوں اور وہ اِنہیں تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا اللہ کا ذکر کر رہا ہو تو (اُن دونوں میں) اللہ کا ذکر کرنے والا افضل ہے''---

⑯ حضرت ابوالمخارق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَرَرْتُ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ بِرَجُلٍ مُّغَیَّبٍ فِیْ نُوْرِ الْعَرْشِ قُلْتُ : مَنْ هٰذَا ، اَمَلَكٌ ؟ قِیْلَ : لَا ، قُلْتُ : نَبِیٌّ ؟ قِیْلَ : لَا ، قُلْتُ : مَنْ هُوَ ؟ قَالَ : هٰذَا رَجُلٌ كَانَ فِی الدُّنْیَا لِسَانُهٗ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ وَ لَمْ یَسْتَسِبَّ لِوَالِدَیْهِ قَطُّ---[رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب الاولیاء]

''معراج کی رات مَیں ایک آدمی کے پاس سے گزرا، جو عرش کے نور میں ڈوبا ہوا تھا۔ مَیں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ کیا یہ فرشتہ ہے؟ کہا گیا: نہیں۔ مَیں نے پوچھا: کیا یہ کوئی نبی ہے؟ جواب ملا: نہیں۔ مَیں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ (کہنے والے نے) کہا: یہ وہ آدمی ہے، جس کی زبان دنیا میں اللہ کے ذکر سے تر رہتی تھی اور اس کا دل مسجد سے معلق رہتا تھا اور اس نے کبھی اپنے والدین کو گالی نہیں دلوائی''---

⑰ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ سَاعَةٍ تَمُرُّ بِابْنِ آدَمَ لَمْ یَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰی فِیْهَا اِلَّا تَحَسَّرَ عَلَیْهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ---[رواہ الطبرانی]

''ہر وہ گھڑی جو اللہ کے ذکر کے بغیر انسان پر گزرتی ہے، قیامت کے دن وہ اُس پر حسرت کرے گا''---

⑱ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

لَیْسَ یَتَحَسَّرُ اَهْلُ الْجَنَّةِ عَلٰی شَیْءٍ اِلَّا عَلٰی سَاعَةٍ مَّرَّتْ بِهِمْ لَمْ یَذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰی فِیْهَا---[رواہ البیہقی]

''جنت والوں کو سوائے اُس گھڑی کے جو اُن پر اللہ کے ذکر کے بغیر گزری، کسی اور گھڑی پر حسرت نہیں ہوگی''---

ذکرِ الٰہی : صلحائے اُمّت کے اقوال کی روشنی میں

① حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا:

''ذکر یہ ہے کہ ذکر کرنے والا (معرفتِ الٰہی میں) اس قدر محو ہو جائے کہ اسے ذکر کی خبر نہ ہو''---[الرسالۃ:۲۲۴]

② حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ عارف کی علامت کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا:

''وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت نہ کرے، اس کے حق سے اُچاٹ نہ ہو اور اس کے علاوہ کسی سے اُنس حاصل نہ کرے''---[طبقات الصّوفیۃ:۷۲]

③ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ سے غفلت دوزخ میں داخل ہونے سے بدتر ہے''---

[طبقات الصّوفیۃ:۱۵۹]

④ جلیل القدر تابعی حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اپنے گھروں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روشن کرو جس طرح اس کے ساتھ اپنے دلوں کو روشن کرتے ہو''---[الطبقات الکبریٰ:۷۰]

⑤ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''بندے پر خدا تعالیٰ کے ناراض ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ فقر سے ڈرے''---

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

''ہر چیز کی ایک علامت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے دربار سے کسی عارف کے مسترد ہونے کی علامت اس کا ذکرِ الٰہی سے تعلق توڑ لینا ہے''---

[الطبقات الکبریٰ:۱۰۷]

⑥ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''مردہ دلوں کی حیات اُس ہستی کے ذکر سے ہے جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور اُسے کبھی موت نہیں آئے گی''---[الطبقات الکبریٰ:۱۱۹]

⑦ شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''عارف جب غفلت کی وجہ سے ایک یا دو سانسوں کے لیے ذکر چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک شیطان مسلط فرما دیتا ہے جو کہ اس کا ساتھی ہوتا ہے''---

[الطبقات الکبریٰ:۳۰۶]

⑧ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''انسان کا شمار اس وقت تک کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والوں میں ہوتا ہے جب تک وہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے، یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے''---

[کتاب الزھد:۲۸۰/ و حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۲۸۳]

⑨ حضرت ابو عباس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''مومن اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ اور منافق کھانے کے ساتھ قوی ہوتا ہے''---

[طبقات الصّوفیۃ:۲۴۰]

⑩ محمد بن فضل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''زبان سے ذکر کرنا گناہوں کا کفارہ اور بلندئ درجات کا ذریعہ ہے، جب کہ دل کا ذکر قربِ الٰہی کا سبب ہے''---[طبقات الصّوفیۃ:۲۱۶]

⑪ حضرت محاسبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''محبت کرنے والوں کی علامت محبوب کا ہمیشہ اور کثرت سے ذکر کرنا ہے کہ نہ وہ اسے منقطع کریں، نہ تھکاوٹ محسوس کریں اور نہ اُکتائیں۔ دانا لوگ اس امر پر متفق ہیں کہ جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ محبت کرنے والوں کے دلوں پر محبوب کا ذکر ہی غالب ہوتا ہے۔ وہ اس کے بدل یا اس سے پِھر جانے کا ارادہ نہیں کرتے۔ اگر وہ محبوب کے ذکر کو چھوڑ دیں تو ان کی زندگی پریشانی کا شکار ہو جائے اور لذت حاصل کرنے والے محبوب کے ذکر سے زیادہ کسی چیز سے لذت حاصل نہیں کرتے''---

[المواھب اللّدنّیّۃ بِالْمنحِ الْمحمّدیّۃ، ج ۲، ص ۴۹۵]

⑫ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ذکر کی دو قسمیں ہیں: زبان کا ذکر اور دل کا ذکر۔ زبان کے ذکر کے ذریعے ہی انسان دل کے ذکر کو دائم رکھ سکتا ہے مگر (شخصیت پر) تاثیر دل کے ذکر کی ہوتی ہے۔ لہٰذا جو بندہ زبان اور دل دونوں سے ذکر کرتا ہو تو اس کی حالتِ سلوک اوصافِ کاملہ کی حامل ہے''---[الرسالۃ:۲۲۱]

۱۳ حضرت ابو عمران رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنے مال میں سے سو غلام آزاد کیے، اس کے ہم نشینوں میں سے کسی نے یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بتائی، تو انھوں نے فرمایا:

''کیا مَیں تمھیں اس سے بھی بڑی بات نہ بتاؤں؟ دن رات ایمان کو لازم پکڑنا اور یہ کہ تم میں سے ہر ایک کی زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے''---

[کتاب الزھد: ۲۸۷]

ذکرِ الٰہی کی اقسام

قرآن کریم کی تلاوت اور احادیثِ مبارکہ کا مطالعہ، درس و تدریس، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیرتِ صحابہ رضی اللہ عنہم، صلحائے اُمت کی زندگیوں، آثار و اقوال اور دینی کتب کا مطالعہ، قرآنی و مسنون دعائیں، وظائف و اوراد، درودِ پاک کی کثرت اور توبہ و استغفار، فرائض و نوافل اور کثرتِ سجود کا اہتمام، دینی، اصلاحی و تربیتی محافل و اجتماعات میں شرکت اور ہر وہ عمل کہ جس کو دیکھ کر یا سن کر دل میں اللہ کی یاد پیدا ہو جائے، یہ سب ذکرِ الٰہی ہی کی اقسام ہیں:

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں ، لا الٰہ الا اللہ

ذکر کے حوالے سے چند مسنون دعائیں

❶ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے معاذ! قسم ہے اللہ تعالیٰ کی مَیں تم سے محبت کرتا ہوں، قسم ہے اللہ تعالیٰ کی مَیں تم سے محبت کرتا ہوں۔ پھر فرمایا: اے معاذ! مَیں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا کبھی نہ چھوڑنا:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ---[رواہ ابوداؤد]

''اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور بہترین عبادت کے سلسلہ میں میری مدد فرما''---

❷ رَبِّ اجْعَلْنِیْ لَکَ ذَکَّارًا ، لَکَ شَکَّارًا ، لَکَ رَھَّابًا ، لَکَ مِطْوَاعًا ، لَکَ مُخْبِتًا اِلَیْکَ اَوَّاھًا مُّنِیْبًا---[الترمذی و ابوداؤد]

''اے اللہ! مجھے اپنا خوب ذکر کرنے والا بنا، اپنا خوب شکر کرنے والا بنا،

بہت زیادہ ڈرنے والا بنا، اپنا سراپا اطاعت گزار اور فرمانبردار بنا، اپنے حضور انتہائی عاجزی اور انکساری سے جھکنے والا بنا، نرم دل اور اپنی بارگاہ میں بار بار رجوع کرنے والا بنا"---

❸ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ مَسَامِعَ قَلْبِیْ لِذِکْرِكَ، وَارْزُقْنِیْ طَاعَتَكَ وَ طَاعَةَ رَسُوْلِكَ، وَ عَمَلًا بِکِتَابِكَ---[رواہ الطبرانی]

"اے اللہ! اپنے ذکر کے لیے میرے دل کے کان کھول دے اور مجھے اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت کی توفیق دے اور اپنی کتاب قرآن مجید پر عمل کرنا آسان فرما"---

❹ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ اُعَظِّمُ شُکْرَكَ، وَ اُکْثِرُ ذِکْرَكَ، وَ اَتَّبِعُ نُصْحَكَ، وَ اَحْفَظُ وَصِیَّتَكَ---[رواہ الترمذی]

"اے اللہ! مجھے ایسا بنا دے کہ مَیں تیری نعمتوں کی عظمت کو سمجھوں، تیرا ذکر کثرت سے کروں، تیری نصیحتوں کی تابع داری کروں اور تیری وصیتوں کو خوب یاد رکھوں"---

❺ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ نَفْسًا مُّطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِلِقَاءِكَ---[رواہ الطبرانی]

"اے اللہ! مَیں تجھ سے ایسا نفس مانگتا ہوں جس کو تیری طرف سے اطمینان کی دولت نصیب ہو اور مرنے کے بعد تجھ سے ملاقات کا اس کو یقین ہو"---

❻ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ التَّوْفِیْقَ لِمَحَابِّكَ مِنَ الْاَعْمَالِ وَ صِدْقَ التَّوَکُّلِ عَلَیْكَ وَ حُسْنَ الظَّنِّ بِكَ---[رواہ الترمذی]

"اے اللہ! مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تُو مجھے ان اعمال کی توفیق دے جو تجھے پسند ہیں اور مجھے سچا توکل عطا فرما اور اپنی ذات کے ساتھ حسنِ ظن رکھنے کی توفیق عنایت فرما"---

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کثرت سے ذکرِ الٰہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا ربّ العالمین



سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اخلاقِ کریمانہ

حضرت شیخ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ گونا گوں اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ کریمانہ کے مالک تھے--- آپ کی صحبت میں طویل عرصہ رہنے والے شیخ معمر جرادہ آپ رضی اللہ عنہ کے اخلاقی محاسن کا یوں تذکرہ کرتے ہیں:

''آپ سے زیادہ بلند اخلاق، فراخ حوصلہ، کریم النفس، نرم دل، عہد و دوستی کو نبھانے والا اور مہربان شخص میری نظر سے نہیں گزرا، آپ اپنی جلالتِ شان، بلند مرتبہ اور وسعتِ علم کے باوجود بچوں کے ساتھ ٹھہر جاتے، بڑوں کی عزت کرتے، سلام میں پہل فرماتے، کمزوروں کے پاس اٹھتے بیٹھتے اور غریبوں کے ساتھ عاجزی سے پیش آتے، حالانکہ آپ کسی سربرآوردہ شخصیت یا رئیس کے لیے تعظیماً کھڑے نہیں ہوئے اور نہ کبھی کسی وزیر یا بادشاہ کے دروازے پر گئے''--- [قلائد الجواھر، ص۱۹]

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اخلاقِ حسنہ اور انکسار و تواضع کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

وَ کَانَ مِنْ اَخْلَاقِہٖ اَنْ یَّقِفَ مَعَ جَلَالَۃِ قَدْرِہٖ مَعَ الصَّغِیْرِ وَ الْجَارِیَۃِ وَ یُجَالِسُ الْفُقَرَاءَ و یفلی لَھُم ثِیَابَھم --- [الطبقات کبریٰ، ج۱، ص۱۱۰]

''آپ رضی اللہ عنہ کے اخلاق کا یہ عالم کہ اپنی جلالت و منزلت کے باوجود اگر کوئی بچہ یا بچی بھی بات کرنے کے لیے روک لیتی تو آپ ٹھہر جاتے، طالب علموں اور فقیروں کو اپنے پاس جگہ دیتے اور ان کے کپڑے صاف کرنے سے بھی دریغ نہ فرماتے''---

[صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری کی تصنیف: ''ورفعنا لك ذکرك کا ہے سایہ تجھ پر'' سے اقتباس]



تبصرہ کتب

سدرہ سے آگے

علامہ غلام فرید نقشبندی (1940-2021) صوفی منش اور علامہ اقبال کے شیدائی و فدائی ہونے کی وجہ سے مریدِ اقبال کہلاتے تھے (اس سلسلے میں ان کا ایک مضمون اسی پرچے میں شامل ہے)--- انہوں نے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے کلام اور افکار کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور خود کو اس میں جذب کر دیا--- اس تعلقِ خاطر کی بنا پر انہیں شعر گوئی کا سلیقہ ملا، جس کے نتیجے میں 46 شعری مجموعے مرتب ہو گئے--- ان کے اشعار زیادہ تر ملی اور قومی جذبات کے ترجمان اور حبِ وطن، آزادیٔ کشمیر، امتِ مسلمہ کے درد اور تعلیماتِ اقبال کے آئینہ دار ہیں--- زیرِ نظر مجموعہ ''سدرہ سے آگے'' میں آٹھ حمدیں اور چالیس کے قریب نعتیں اور قطعات شامل ہیں---نمونۂ کلام:

تیری رحمت بے بہا، میں ہوں بندہ پُر خطا   روزِ محشر مجھ پہ رحمت ہو تری بارِ الٰہ
بندۂ ناچیز سے پرسش اگر کرنی ہی ہو   سامنے محبوب کے رسوا نہ کرنا اے خدا

●●●

درود اس نام پر بھیجے خدا خود بھی تو یوں سمجھو   سکھاتا ہے وہ بندوں کو محمد کا ادب کیا ہے

●●●

وہ میرا نبی ہے کہ جو محبوبِ خدا ہے   اس کے لیے دنیا کا یہ گلزار سجا ہے

●●●

کتنے رخشندہ حسیں وقت کے دھارے ہوں گے   جب مدینے میں محمد کے نظارے ہوں گے
اس جہاں میں بھی فریدؔ ان کی عنایات رہیں   اُس جہاں میں بھی وہی اپنے سہارے ہوں گے

●●●

محمد کا آنا نہ مطلوب ہوتا
فسانۂ عالم ہی بے سود ہوتا
خدا نے جہاں کو بنا کر بتایا
جہاں ہے جہاں ہے برائے محمد

●●●

فریدؔ ہم پہ کتنا کرم ہے خدا کا ، رکھے روزِ محشر بھرم مصطفیٰ کا
ہلیں ہونٹ ان کے،خطا کارامت،خدا بخش دے،بخشوائے محمد

کتاب کے آغاز میں مصنف کے ابتدائیہ کے علاوہ کئی اہلِ علم وقلم کے تاثرات شامل ہیں---
کاغذ،طباعت عمدہ،صفحات 150، ہدیہ 500 روپے،ناشر:دی واہ پبلی کیشنز،آصف آباد، نزدعلی مسجد،ملی پنڈ روڈ واہ کینٹ،رابطہ نمبر:0313-5966422

اقبال کا کشمیر بنے گا اقبال کا پاکستان

مریدِ اقبال علامہ غلام فرید نقشبندی کو علامہ اقبال سے بے حد محبت تھی--- وہ اقبال کے نظریات کی طرح ان کے وطن کشمیر سے بھی بے پایاں محبت رکھتے تھے---انہوں نے نظم ونثر میں آزادیٔ کشمیر کے حوالے سے انتہائی دردمندانہ انداز میں خیالات کا اظہار کیا ہے--- ان کے ایک ارادت مند سردار عدنان خان نے ان کی کتابوں میں سے اشعار اور نثر پاروں کو اس کتاب میں یک جا کر دیا ہے--- کتاب کا پہلا حصہ منظومات پر مشتمل ہے،جب کہ دوسرے حصہ(صفحہ 179 تا 341) میں تحقیقی مقالہ جات اور مضامین شامل ہیں--- یہ حصہ پروفیسر ایس ایم قاسمی اور سردار عدنان خان کا مرتب کردہ ہے---تحریکِ آزادیٔ کشمیر کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے---''مرید اقبال فاؤنڈیشن انٹرنیشنل'' نے اسے شائع کر کے اہم کارنامہ انجام دیا ہے---ہدیہ:سات سو روپے، پتا درج بالا

یہ دونوں کتابیں مرید اقبال کے صاحب زادے پروفیسر شاہد محمود قاسمی،صدر انٹرنیشنل مرید اقبال فاونڈیشن نے سفیر کتب،محبّ علم وعلماء،محترم صوفی مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی کی معرفت بھجوائی ہیں،جس پر ہم انہیں ہدیۂ تشکر وتبریک پیش کرتے ہیں---

پروفیسر فیض رسول فیضان کے نعتیہ کلام اور علامہ ابوذوہیب محمد ظفر علی سیالوی کی تین کتابوں سمیت متعدد کتب کا تحفہ محفوظ ہے،کسی آئندہ اشاعت میں ان پر تبصرہ کیا جائے گا---ان شاء المولیٰ تعالیٰ



مریدِ اقبال، مزارِ اقبال پر

(م: نومبر 2021ء)

مریدِ اقبال علامہ غلام فرید نقشبندی کی مزارِ اقبال پر پہلی حاضری کی روح پرور اور ایمان افروز داستان ان کے اپنے قلم سے

۱۹۶۷ء کو ایک روز میں حسبِ معمول قبلہ پیر خان صاحب (حضرت خواجہ پیر زاہد خان، مرکزی دربار عالیہ موہڑہ شریف، پاکستان) سے ملنے گیا۔ دن گیارہ بجے کے لگ بھگ میں موہڑہ شریف پہنچا۔ گھنٹوں پیر صاحب سے سلسلۂ گفتگو جاری رہا، مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ اس دن قبلہ پیر خان صاحب کچھ زیادہ خوش اور ہشاش بشاش دکھائی دے رہے تھے۔ عصر کی ادائیگی کے بعد میں نے اجازت طلب کی، قبلہ پیر خان صاحب مسکراتے ہوئے فرمانے لگے، آج میں آپ کو نہیں روکوں گا، کیونکہ آج آپ کسی خاص جگہ جا رہے ہیں۔ مجھے ان کی یہ بات اس وقت بالکل سمجھ نہیں آئی، کیونکہ مجھے تو واپس گھر ہی آنا تھا۔ بہر حال وہیں کھڑے کھڑے میں نے عرض کی کہ حضور! آج کل میرے دل میں عجیب طرح کے خیالات آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، میرے قریب آئیں اور آنکھیں بند کر لیں۔ جب میں قریب ہوا تو قبلہ پیر خان صاحب نے اپنے دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں (شہادت کی اور بڑی انگلی) ایک پستول کی نالی کی طرح میرے دل پر رکھ کر کافی شدت سے دبا دیں۔ تقریباً دو منٹ تک

قبلہ پیر خان صاحب نے انگلیاں میری چھاتی پر دبائے رکھیں۔اس دوران میری آنکھیں بند رہیں، مجھے یوں محسوس ہوا جیسے دنیا جہان کا سکون اور علم وآگہی کسی سیال مادے کی طرح میرے اندر منتقل ہو رہا ہے۔مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی، حالت غیر ہوگئی، رنگت زردی مائل ہوگئی، لیکن سکون اس قدر ملا کہ جی چاہتا تھا پیر صاحب کبھی انگلیاں نہ ہٹائیں۔

تقریباً ۲ منٹ بعد پیر صاحب نے خود ہی انگلیاں ہٹا دیں اور مجھے آنکھیں کھولنے کا حکم دیا۔جب میں نے آنکھیں کھولیں تو پیر صاحب کے چہرے پر نظر پڑی۔آپ پہلے کی طرح مسکرانے کی بجائے نہایت سنجیدگی اور متانت سے کھڑے مجھے غور سے دیکھ رہے تھے۔ آپ کا چہرہ اور آنکھیں دونوں سرخ تھیں۔آپ نے کوئی جملہ نہ بولا، بلکہ صرف ہاتھ کے اشارے سے مجھے جانے کو کہا۔میں بھی مکمل خاموش رہا اور باہر کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ میری کیفیت عجیب تھی، مجھے سردی بھی لگ رہی تھی اور پسینہ بھی جاری تھا۔بوجھل قدموں کے ساتھ چلتے چلتے میں دربار شریف سے باہر آ گیا۔ایک جیپ سٹارٹ کھڑی تھی اور موہڑہ شریف سے کشمیری بازار جانے کو تیار تھی۔ڈرائیور نے مجھے دیکھتے ہی آواز لگائی۔ میں اسی کیفیت میں جیپ پر سوار ہو گیا۔

جیپ چل پڑی، دورانِ سفر میری کیفیات وہی رہیں، میں آنکھیں بند کیے انہی لمحات کو محسوس کر رہا تھا۔کشمیری بازار پہنچے تو ڈرائیور نے کہا، اگر پنڈی جانا ہے تو بیٹھے رہیں۔چنانچہ میں بیٹھا رہا۔سفر انہی کیفیات میں گزرا، البتہ پسینہ آنا بند ہو گیا۔ڈرائیور نے پنڈی پہنچ کر مجھے تقریباً ساڑھے چھ بجے اڈے پر اتار دیا۔کرایہ ادا کر کے میں جب اڈے میں داخل ہوا تو ایک کنڈکٹر لاہور، داتا کی نگری لاہور کی آواز لگا رہا تھا۔مجھے کچھ یاد نہ تھا، میں یہ بھول چکا تھا کہ میں کون ہوں؟ مجھے کہاں جانا ہے؟ میرا کوئی گھر بار بھی ہے؟ والدین اور بہن بھائی ہیں جو انتظار میں ہوں گے۔

میں صبح گھر سے روانہ ہوتے وقت بتا کر آیا تھا کہ شام کو واپس آ جاؤں گا اور اس زمانے میں موبائل اور ٹیلی فون وغیرہ کی بھی کوئی سہولت میسر نہ تھی۔بہر حال ان سب خیالات سے بے بہرہ میں لاہور لاہور کی صدا لگانے والے کنڈکٹر کے ساتھ چلتا ہوا لاہور والی بس میں بیٹھ گیا۔

جب بس اڈے سے روانہ ہوئی تو میری آنکھ لگ گئی۔ دورانِ نیند علامہ کا یہ شعر ایک نہایت خوبصورت آواز میں میری سماعتوں سے بار بار ٹکراتا رہا:

زیارت گاہِ اہلِ عزم و ہمت ہے لحد میری

کہ خاکِ راہ کو میں نے بتایا رازِ الوندی

لالہ موسیٰ کے قریب میری آنکھ کھلی تو میری طبیعت بحال ہو چکی تھی۔ کنڈکٹر میرے قریب آیا اور کہنے لگا۔ بابو جی! آپ سو گئے تھے تو میں نے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ آپ کرایہ دے دیں۔ میں نے کرایہ ادا کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جیب میں صرف ایک روپیہ باقی بچا ہے۔ ایک لمحہ کے لیے مجھے پریشانی لاحق ہوئی کہ واپسی کا کرایہ کہاں سے آئے گا۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ کنڈکٹر نے پوچھا۔ بابو جی! آپ پہلی بار لاہور جا رہے ہیں؟ میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس نے پھر پوچھا، لاہور میں کس جگہ جانا ہے؟ میں نے کہا، مجھے علامہ اقبال کے مزار کے سامنے اتار دینا۔ وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا، میں تو آپ کو اڈے میں اتاروں گا، وہاں سے آپ کو بادشاہی مسجد تک تانگے میں جانا ہوگا، کیونکہ مزارِ اقبال بادشاہی مسجد میں واقع ہے۔ میں نے اس سے کہا، اچھا، مجھے اڈے سے بادشاہی مسجد کا راستہ سمجھا دینا۔ اس نے ہامی بھر لی۔ بہرحال میں دوبارہ اقبال کے اس شعر میں گم ہو گیا کہ یہ کیسا شخص ہے، جو اتنے یقین سے اتنا بڑا دعویٰ کر رہا ہے۔ تقریباً رات ساڑھے بارہ بجے لاہور پہنچ کر کنڈکٹر نے مجھے بادشاہی مسجد کا راستہ سمجھایا۔ میں نے بتائے گئے راستے پر پیدل چلنا شروع کر دیا، کیونکہ میرے پاس پیسے بھی نہیں تھے۔ مجھے شدید بھوک بھی محسوس ہو رہی تھی۔ بہرحال بھوک، پیاس سے زیادہ مجھے مزارِ اقبال پہنچنے کی جلدی تھی۔

رات کا پچھلا پہر ہونے کی وجہ سے راستے میں لوگوں کی آمد و رفت خاصی کم تھی، دکانیں تقریباً بند ہو چکی تھیں، پیدل چلتے ہوئے تقریباً ۳۰،۴۰ منٹ گزر چکے تھے۔ مجھے دور سڑک پر ایک لالٹین بردار دکھائی دیا۔ میں راستہ معلوم کرنے کی غرض سے اس کی طرف چل پڑا۔ جب قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک چوکیدار تھا جو چوکیدارا کر رہا تھا۔ میں نے اس سے پانی مانگا، اس نے پانی پلایا اور پوچھا کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو اور کدھر جانا ہے؟ میں نے

سب بتا دیا۔ اس نے پوچھا، باؤ جی! کھانا کھایا ہے؟ میں ابھی کوئی جواب سوچ ہی رہا تھا کہ وہ بولا۔ باؤ جی! آؤ آپ کو کھانا کھلا دوں، آپ اقبال صاحب کے مہمان ہیں تو ہمارے بھی مہمان ہیں۔ اس سے قبل کہ میں کوئی بات کرتا، اس شخص نے مضبوطی سے میرا بازو پکڑا اور برابر میں ایک گلی میں داخل ہو گیا۔ گلی میں پندرہ بیس قدم چلنے کے بعد اس نے ایک دروازے پر دستک دی، مکان کے اندر سے ایک نسوانی آواز نے پوچھا کون ہے؟ چوکیدار بولا، آپا جی! میں ادریس، ایک مہمان ہے، بہت دور سے آیا ہے، اس کو کھانا کھلا دیں۔ آپا جی نے کہا، اچھا، ذرا صبر کریں، میں اقبال کو بھیجتی ہوں۔ (یہ تمام گفتگو لاہور کی مقامی پنجابی زبان میں ہوئی) یہ سب دیکھ اور سن کر میں حیران اور پریشان تھا کہ نہ جانے یہ کون لوگ ہیں؟

چند منٹ بعد لکڑی کا دروازہ کھلا اور ۱۸، ۲۰ سال کا ایک نہایت خوبرو نوجوان اقبال باہر آیا۔ سلام دعا کے بعد وہ مجھے اور ادریس کو اندر لے گیا۔ یہ پرانی وضع کا مگر ایک کشادہ مکان تھا۔ ڈیوڑھی سے گزر کر ہمیں ایک کمرے میں لے جایا گیا جو غالباً بیٹھک تھی۔ ایک قدیم طرز کا صوفہ سیٹ، ٹیبل، چند کرسیاں اور دو عدد مسہریاں کمرے میں سجی تھیں۔ نوجوان نے ہمیں بٹھایا اور باہر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں صابن کی ٹکیہ اور تولیہ تھا۔ اس نے مجھے بیٹھک کے ساتھ ہی بنے ہوئے ایک بیت الخلا اور غسل خانے کا راستہ بتایا (اس زمانے میں اٹیچ اور کمبائنڈ باتھ رومز کا رواج نہ تھا) میں نے شکریہ ادا کیا اور بیت الخلا سے فراغت پانے کے بعد وضو بھی بنا لیا۔

اس سارے عمل میں دس منٹ کا وقت لگا ہوگا۔ جب میں کمرے میں واپس آیا تو میز پر ۵، ۶ قسم کے نمکین اور میٹھے بالکل تازہ اور گرم کھانے سجے تھے۔ میں کھانا کھانے بیٹھا تو ادریس نے کہا، باؤ جی! آپ کھانا کھائیں، میں دس منٹ میں آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا۔ میں نے اقبال سے کہا، آپ نے اتنا تکلف کیوں کیا؟ وہ بولا، بھائی جان! کوئی تکلف نہیں، آج دن کو میرا ولیمہ تھا، یہ وہی کھانا ہے۔ ابھی تو ماں جی نے صرف گرم کیا ہے۔ میں نے اقبال کو گلے لگا کر شادی کی مبارک باد دی اور اپنے پاس موجود ایک روپیہ بطورِ سلامی اس کی جیب میں ڈال دیا۔ اس نے لینے سے انکار کیا مگر میں نے ناراض ہو جانے کی دھمکی دے کر

اسے چپ کرا دیا۔ میں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا، اس کھانے کی لذت اور ذائقہ میں آج تک نہیں بھلا سکا۔ اتنے میں ادریس آ گیا اور آتے ہی بولا، باؤجی! جلدی کرو، بندوبست ہو گیا۔ میں نے اقبال سے اجازت چاہی۔ آپا جی نے بھی پردے کی اوٹ سے سلام دعا لی اور اللہ حافظ کہا۔ ادریس اسی طرح مجھے بازو سے پکڑ کر سڑک پر لے آیا، جہاں ادریس کا کیا ہوا بندوبست ایک تانگے کی شکل میں موجود تھا۔ پرویز نامی کوچوان کو ادریس نے سمجھایا کہ باؤجی کو مزارِ اقبال اتار آؤ۔

میں ادریس سے بغل گیر ہوا، شکریہ ادا کرتے ہوئے اجازت چاہی اور تانگے میں سوار ہو گیا۔ لالٹین کی روشنی میں تانگہ لاہور کی خالی سڑکوں پر تیزی سے جا رہا تھا۔ تقریباً آٹھ دس منٹ بعد ہم بادشاہی مسجد پہنچ گئے۔ مجھے سارے راستے میں پریشانی لاحق رہی کہ پرویز کو کرایہ کیسے ادا کروں گا؟ اسی سوچ کی وجہ سے میں خاموش بیٹھا رہا اور پرویز نے بھی کوئی بات نہیں کی۔ جب میں تانگے سے نیچے اترا تو پرویز سے پوچھا، کتنا کرایہ ہے؟ اس نے مسکرا کر کہا، صاحب! آپ جائیں، کرایہ ادریس دے گا، اللہ حافظ۔ اتنا کہہ کے وہ تانگہ موڑنے لگا۔ تانگہ موڑتے ہوئے پرویز بولا، صاحب! مزار پر پہرے دار بھی ہوتے ہیں، ہوسکتا ہے آپ کو حاضری کے لیے صبح تک انتظار کرنا پڑے!!! یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی، رات کے تقریباً اڑھائی بج رہے تھے، یعنی تقریباً تہجد کا وقت تھا۔ میں نے خوشی اور جوش کے ساتھ مزار کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد میں مزار کی سیڑھیوں تک پہنچ گیا، مکمل ویرانگی تھی، کوئی بھی آدمی وہاں نہیں تھا۔ شاید اس وقت مسجد کے تمام احاطے میں کوئی بھی نہیں تھا۔ میں مزار کے سامنے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ بند تھا، میں نے مزار کے گرد چکر لگانا شروع کیا کہ شاید مزار کا کوئی اور دروازہ بھی ہو۔ دوسری طرف پہنچا تو وہ دروازہ بھی بند تھا۔ پھر سامنے کے دروازے کی طرف پلٹ آیا۔ جب سامنے کے دروازے کے پاس پہنچا تو میرے ذہن میں خیال آیا کہ ہوسکتا ہے، دروازہ مقفل (لاک) نہ ہو، بلکہ ویسے ہی بند ہو۔ کیونکہ سامنے کوئی تالا لگا ہوا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ چنانچہ میں نے دروازے پر ہاتھ رکھا تو دروازہ کھل گیا۔ پھر کیا تھا،

میری منزل میرے سامنے تھی، یعنی زیارت گاہِ اہلِ عزم وہمت۔

جوتے تو میں پہلی سیڑھی پر قدم رکھنے سے پہلے ہی اتار چکا تھا، اس لیے دہلیز پر کھڑے ہوکر سلام پیش کیا اور فوراً مزار کے اندر داخل ہوگیا۔ مزار کے اندر سنہری پیلی سی روشنی تھی، جو کافی مدہم تھی۔ غالباً ایک ہی بلب روشن تھا یا کوئی اور بندوبست تھا روشنی کا۔ یہ بات میں یقین سے اس لیے نہیں کہہ سکتا کیونکہ اس وقت میری توجہات کسی اور جانب مبذول تھیں۔ مزار کی تمام دیواروں اور لحد مبارک کو بغور دیکھنے اور وہاں کندہ تمام اشعار بغور پڑھنے کے بعد میں لحد مبارک کے دائیں جانب پاؤں کی طرف بیٹھ گیا۔ قرآن کریم کی جو جو سورتیں اور درود شریف مجھے یاد تھے، سب پڑھتا رہا۔ دورانِ تلاوت میری آنکھوں سے آنسو رواں رہے، جن پر میرا اختیار نہ تھا۔ تقریباً پون گھنٹہ تلاوت کے بعد میں اس قدر تھک گیا کہ جیسے میں نے ایک ہفتہ تک مسلسل پتھر توڑنے کی مشقت کی ہو۔ تھکاوٹ سے مجھ پر بیٹھے بیٹھے غنودگی طاری ہوگئی، عالمِ غنودگی میں کسی غیبی آواز (جو اقبال کی نہ تھی) نے میرے ذہن کی تمام الجھنوں اور سوالات کے جواب دے دیے۔ اقبال کے چند اشعار جن میں مجھے کچھ ابہام تھا، وہ بھی واضح کر دیے گئے۔ فلسفۂ باعثِ تخلیقِ کائنات، مقام ومقصد تخلیقِ آدم، مقام کبریا، مقام مصطفیٰ ﷺ، مقام مومن، مقام وکردارِ ابلیس، وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا فلسفہ اور کئی سربستہ رازہائے کائنات وغیرہ میں میری رہنمائی فرما دی گئی۔

اسی غنودگی کی حالت میں بیٹھے بیٹھے میں اس قدر جھک گیا کہ میرا دایاں کندھا لحد مبارک کے چبوترے سے مس ہوا، جیسے ہی کندھا مس ہوا، تو مجھے شدید قسم کا جھٹکا لگا، میری آنکھ کھل گئی۔ بیدار ہونے کے بعد میں نے دانستہ اپنے دونوں ہاتھوں سے لحد مبارک کو مس کیا تو پھر زلزلے کی سی جنبش ہوئی اور مزار میں ایسی پیاری خوشبو پھیل گئی جو میں نے اس سے قبل اور نہ بعد میں کبھی محسوس کی، گویا مجھے یہ بتایا گیا کہ میں جس لحد مبارک پر بیٹھا ہوں وہ ایک زندہ اور جاگتی ہوئی قبر ہے۔ میں اب مکمل بیدار ہو چکا تھا، میری تھکاوٹ بالکل ختم ہو چکی تھی۔ باہر صبح کی روشنی پھیل رہی تھی، سورج مکمل طور پر طلوع ہو چکا تھا، مجھے اذانِ فجر کی بالکل خبر نہ ہوئی، حالانکہ میں تو مسجد کے پاس ہی بیٹھا تھا اور نہ اس دوران میں نے وہاں کوئی بندہ بشر دیکھا،

جو بہت حیرت انگیز بات ہے۔

بہر حال میں بہت پرسکون تھا، میں نے الوداعی سلام کیا اور الٹے پاؤں باہر نکل آیا۔ ہلکی ہلکی روشنی پھیل چکی تھی، باہر گھاس پر پڑے شبنم کے قطرے سورج کی سنہری روشنی میں موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔ میں نے ارادہ کیا کہ سامنے داتا دربار جا کر نماز فجر قضا کروں اور اس عظیم ہستی کے مزار پر بھی فاتحہ خوانی کروں۔ چنانچہ میں نے جوتے پہنے اور گھاس پر چلنے لگا۔ میں مسرت اور اطمینان کے جذبات سے سرشار اور اپنے خیالوں میں گم ابھی چند ہی قدم آگے بڑھا تھا کہ گھاس پر پڑی شبنم سے میرا پاؤں پھسل گیا اور میں سامنے کی طرف گر پڑا، لیکن فطری ردّعمل کے طور پر میں نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دیے اور مکمل گرنے سے بچ گیا۔ جب میری نظر زمین پر پڑی تو میری دونوں ہتھیلیوں (جو گرنے کی وجہ سے زمین پر ٹکی ہوئی تھیں) کے درمیان بالکل نئے چند کرنسی نوٹ پڑے ہوئے تھے، جو گھاس پر موجود شبنم سے ذرا بھی نہیں بھیگے تھے۔ مجھے اپنے گرنے کا تمام معاملہ سمجھ آ گیا، میں نے اسی حالت میں اردگرد نگاہ دوڑائی، وہاں کوئی موجود نہ تھا۔ پھر میں نے واپس گردن موڑ کر مزارِ اقبال کو دیکھا اور بے اختیار مسکرا پڑا، کیونکہ مجھے تو تانگے سے اترنے کے بعد یاد بھی نہ تھا کہ میرے پاس پیسے نہیں ہیں!!!

میں اٹھ کر کھڑا ہوا اور تمام نوٹ اٹھا لیے۔ یہ پیسے اس وقت لاہور سے میرے گھر تک کے کرایہ کی رقم سے غالباً بیس پچیس گنا زیادہ تھے۔

۱۹۷۷ء میں ایک بار پھر میں مزارِ اقبال پر حاضری کی غرض سے لاہور گیا، اس مرتبہ میں باقاعدہ منصوبہ بندی سے گیا۔ پہلی اور دوسری حاضری کے درمیان دس برس کا وقفہ تھا۔ اس دوران مجھ پر کسی قسم کی آمد نہ ہوئی، بلکہ میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ مجھ پر سلسلۂ الہام جاری ہو جائے گا اور میں کبھی شاعری بھی کروں گا۔ ہاں! البتہ کلام و افکارِ اقبال سے میری وابستگی اور لگاؤ بدستور برقرار رہا جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا گیا۔

[انتخاب از ''مریدِ اقبال کون ہیں''، مرسلہ صوفی محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی، کراچی]



اسبابِ فقر و تنگ دستی

حضرت مفتی محمد خلیل خان برکاتی علیہ الرحمۃ

کتبِ متداولہ میں جو اسباب کہ انسان کو مفلس کر دیتے ہیں، بکثرت لکھے ہیں، جن کا شمار دشوار ہے، اس لیے لبِ لباب کے طور پر اختصار کے ساتھ درج کیے جاتے ہیں۔ اسے کتبِ معتبرہ کا انتخاب سمجھنا چاہیے۔

ان اسباب میں وہ بھی ہیں جن کا ذکر قرآن وحدیث میں ملتا ہے اور اکثر و بیشتر وہ ہیں جو اکابرِ ملت و رہنمایانِ شریعت نے اپنے اپنے مشاہدے اور تجربے سے دریافت کیے، تو جو ان اسباب سے اپنے آپ کو دور رکھے گا خود ہی فائدہ اٹھائے گا اور جو ان میں ملوث ہوگا وہ خود دیکھ لے گا کہ اس نے کیا کھویا، کیوں کر کھویا۔

ہاں! آدمی یہ کبھی نہ بھولے کہ موثر حقیقی اللہ عزوجل ہے اور ہر نفع و نقصان کی کنجی اسی کے دستِ قدرت میں ہے۔ وہ چاہے کرے، اس سے کوئی باز پرس کرنے والا نہیں۔

وہ اسباب یہ ہیں:

①...... جھوٹ بولنا۔
②...... زنا کرنا۔
③...... گناہوں میں مشغول رہنا۔
④...... جھوٹی قسمیں کھانا۔
⑤...... جنابت میں کھانا کھانا۔
⑥...... برہنہ پیشاب کرنا۔
⑦...... شب میں جھاڑو دینا، خصوصاً کپڑے سے جھاڑنا۔

⑧...... ناخن دانت سے تراشنا۔

⑨...... پاجامہ یا دامن یا آنچل سے منہ پونچھنا۔

⑩...... فقیروں سے روٹی کے ٹکڑے خریدنا۔

⑪...... کھڑے ہوکر پاجامہ پہننا۔ ⑫...... بیٹھ کر دستار یعنی عمامہ باندھنا۔

⑬...... خشک بالوں میں کنگھا کرنا یا کھڑے ہوکر بال کاڑھنا۔

⑭...... شکستہ کنگھا استعمال کرنا۔ ⑮...... ماں باپ کا نام لے کر پکارنا۔

⑯...... مقراض (قینچی) سے موئے زیرناف کاٹنا۔

⑰...... چالیس روز سے زیادہ زیرناف کے بال رکھنا۔

⑱...... بزرگوں کے آگے چلنا۔ ⑲...... دروازے پر بیٹھنے کی عادت کرنا۔

⑳...... لہسن پیاز کے پوست جلانا۔ ㉑...... مکڑی کے جالے دور نہ کرنا۔

㉒...... جوں کو زندہ چھوڑنا۔ ㉓...... نماز میں کاہلی کرنا۔

㉔...... پھٹے ہوئے کپڑے کو نہ سینا۔

㉕...... فجر کی نماز پڑھ کر مسجد سے جلد نکل آنا۔

㉖...... صبح کے وقت سونا۔ ㉗...... اولاد پر باوجود مالداری، تنگی کرنا۔

㉘...... بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھانا۔

㉙...... کھانے کے بعد برتن صاف نہ کرنا۔ ㉚...... اہل وعیال سے لڑتے رہنا۔

㉛...... میت کے قریب بیٹھ کر کھانا۔

㉜...... خلال کرتے وقت جو ریشہ نکلے اسے پھر منہ میں رکھ لینا۔

㉝...... ہر قسم کی لکڑی سے خلال کرنا۔

㉞...... چراغ منہ کی پھونک سے بجھانا۔

㉟...... کھانے پینے کے برتن کھلے ہوئے رکھنا۔

㊱...... بازار میں سب سے پہلے جانا اور بعد میں آنا۔

㊲...... اوندھے جوتے کو دیکھنا اور اس کو سیدھا نہ کرنا، دولت بے زوال میں لکھا ہے کہ اگر رات بھر جوتا اوندھا پڑا رہا تو شیطان اس پر آن کر بیٹھتا ہے، وہ اس کا تخت ہے۔

۳۸......بکریوں کے گلے میں گھس کر چلنا، خصوصاً شام کے وقت۔

۳۹......اولاد کو گالی دینا، یا لعنت کرنا۔ ۴۰......فقیر کو جھڑک دینا۔

۴۱......بایاں پاؤں پہلے پاجامہ میں ڈالنا اور بائیں ہاتھ کی آستین پہلے پہننا۔

۴۲......قبرستان میں ہنسنا۔ ۴۳......کوڑا کرکٹ گھر میں جمع رکھنا۔

۴۴......صبح ہوتے ہی خدا اور رسول کا نام لیے، ذکر کیے بغیر دنیا میں مشغول ہو جانا۔

۴۵......مغرب اور عشاء کے درمیان سونا۔

۴۶......گانے بجانے میں دل لگانا۔

۴۷......بلا وجہ شرعی اپنوں سے تعلقات ختم کر لینا۔

۴۸......صلہ رحمی نہ کرنا۔

۴۹......جنابت کی حالت میں ناخن ترشوانا یا سر منڈانا یا موئے زیر ناف وغیرہ صاف کرنا۔

۵۰......زکوٰۃ یا صدقاتِ واجبہ مثلاً قربانی وکفارۂ قسم وغیرہ کے ادا کرنے میں بخل کرنا یا خواہ مخواہ انہیں ٹالتے رہنا۔

۵۱......بغیر حاجت سوال کرنا۔ ۵۲......امانت میں خیانت کرنا۔

۵۳......اندھیرے میں کھانا کھانا۔ ۵۴......ماں باپ کو ایذا دینا۔

۵۵......قرآن پاک کو بے وضو ہاتھ لگانا۔

۵۶......شب چہار شنبہ (بدھ کی رات) یا شب یک شنبہ (اتوار کی رات) میں بیوی سے صحبت کرنا، اگر اس صحبت میں حمل بھی رہا تو بچہ بے حیا اور بدنصیب پیدا ہوگا اور ہمیشہ مفلس اور حریص رہے گا۔

(مولا کریم اپنا فضل فرمائے، غالباً اس بنا پر سنیچر اور منگل کے دن دلہن بیاہ کر نہیں لاتے۔ بزرگوں اور گھر کی بڑی بوڑھیوں کا یہ عمل یہ فقیر اپنے بچپن سے دیکھتا آرہا ہے)

۵۷......قحط کی نیت سے غلہ روکنا کہ اور مہنگا ہوگا جب بیچیں گے۔

۵۸......قمار بازی یا گانے بجانے کے آلات وغیرہ گھر میں رکھنا، حدیث شریف ہے کہ جس گھر میں شراب اور دف اور طنبورہ (سارنگی، ستار وغیرہ) ہو، اس گھر کے آدمیوں کی دعا قبول نہیں ہوگی اور نہ اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کا نزول ہوگا۔

(۵۹)...... راستہ میں پیشاب کرنا (اور بے ستری ہو تو حرام و گناہ)

(۶۰)...... ہمیشہ بے ہودگی، مسخرہ پن اور ہزلیات (مذاق، دل لگی) میں مصروف رہنا۔

(۶۱)...... ننگے سر کھانا کھانا۔ (۶۲)...... ننگے سر بیت الخلا میں جانا۔

(۶۳)...... نکلے ہوئے کھانے میں دیر کرنا (کہ کھانا دستر خوان پر الٹا ان کا انتظار کر رہا ہے)

(۶۴)...... برہنہ سر بازار میں پھرنا (اور عورتوں کا ننگے سر رہنا اور اجنبیوں کے سامنے اسی حالت میں آنا جانا حرام، حرام، حرام اور سخت گناہ ہے)

(۶۵)...... سجدۂ تلاوت نہ کرنا، یا وضو ہوتے ہوئے اس میں دیر لگانا۔

(۶۶)...... تلاوتِ قرآن کے دوران آیتِ سجدہ چھوڑ کر آگے پڑھنا۔

(۶۷)...... دوسرے شخص کا کنگھا عاریتاً مانگ کر استعمال کرنا۔ (خصوصاً) صاف کیے بغیر کہ دوسرے کے بال اس کے بالوں میں الجھیں۔

(۶۸)...... حوض یا تالاب یا بہتے پانی میں پیشاب کرنا۔ (اس سے نسیان بھی پیدا ہوتا ہے۔ دولتِ بے زوال میں لکھا ہے کہ پانچ چیزوں سے بھول پیدا ہوتی ہے، حوض وغیرہ میں پیشاب کرنا، راکھ پر پیشاب کرنا، چوہے کا جھوٹا کھانا، قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا، زندگانی حرام خوری میں گنوانا، بلکہ غور کیجیے تو یہ آخری ایک مستقل بلا و عذاب ہے)

(۶۹)...... نہانے کی جگہ پیشاب کرنا۔ (۷۰)...... برہنہ ہو کر سونا۔

(۷۱)...... سوتے وقت پاجامہ یا تہہ بند سر کے نیچے رکھ کر سونا۔ (دولتِ بے زوال میں لکھا ہے کہ اس سے خواب خوفناک نظر آتا ہے)

(۷۲)...... بلا ضرورت بستر کے پاس پانی کا لوٹا یا سانچی پیشاب کے لیے رکھنا۔

(۷۳)...... نماز قضا کر دینا۔ (۷۴)...... مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا۔

(۷۵)...... وضو کرتے وقت دنیا کی باتیں کرنا (اس وقت دعائیں پڑھے یا پھر خاموش رہے)

(۷۶)...... بلا وجہ شرعی کسی کے تحفہ، ہدیہ یا نذرانہ کو رد کر دینا۔

(۷۷)...... روٹی کو خوار رکھنا (کہ اس کی بے ادبی ہو اور پیروں میں آئے)

(۷۸)...... وضو کی جگہ پر پیشاب یا پیشاب کی جگہ وضو کرنا۔

(۷۹)...... دروازے پر بیٹھ کر کچھ کھانا پینا، (یہ خلافِ ادب بھی ہے اور قابلِ نفرت بھی)

(۸۰)......استاذ کی عظمت وتوقیر میں کمی کرنا نہ کہ معاذ اللہ اس کی توہین۔

(۸۱)......مٹی یا چینی کے شکستہ برتن استعمال میں رکھنا، خواہ اس سے پانی پینا۔

(۸۲)......شکستہ یا گرہ دار قلم سے لکھنا۔

(۸۳)......قلم کا تراشہ ادھر ادھر ڈال دینا کہ پیروں میں آئے۔

(۸۴)......مہمان کو حقارت سے دیکھنا اور اس کے آنے سے ناخوش ہونا۔

(۸۵)......بیت الخلاء میں باتیں کرنا یا وہاں کسی دینی بات میں غور وتامل کرنا۔

(۸۶)......مردوں کو چھوٹا استنجا کرتے وقت عام گزرگاہوں پر ٹہلنا اور باتیں کرنا۔

(۸۷)......بغیر بلائے دعوت میں جانا۔

(۸۸)......چارپائی پر دسترخوان وغیرہ رکھے بغیر کھانا کھانا۔

(۸۹)......چارپائی پر خود سرہانے بیٹھنا اور کھانا پائنتی پر رکھنا۔

(۹۰)......دانتوں سے روٹی کترنا۔

(۹۱)......دانتوں کو بلا وجہ کپڑے سے ملنا، جیسے مسواک کرتے ہیں۔

(۹۲)......ظلم کرنا، کسی کو ناحق ایذا دینا، اگرچہ جانور کو۔

(۹۳)......گناہ کے کاموں میں ضد کرنا اور اپنی بات پر اڑ جانا۔

(۹۴)......جس برتن میں کھانا کھایا ہے، اس میں ہاتھ دھونا۔

(۹۵)......قرآن شریف گھر میں موجود ہوتے ہوئے نہ پڑھنا۔

(۹۶)......ماں باپ، استاذ، مرشد کی مرضی کے خلاف کام کرنا۔

(۹۷)......دروازے کی دہلیز پر تکیہ لگانا یا سر رکھ کر سونا۔

(۹۸)......سبز درخت کاٹ کر اس کی لکڑیاں فروخت کرنا۔

(۹۹)......بلاضرورت جانور ذبح کرنے کا پیشہ اختیار کرنا۔

(۱۰۰)......صحیح رشتہ ملنے کے باوجود جوان لڑکیوں کو نہ بیاہنا۔

مصائب و بلیات کو دانستہ دعوت دینا

’’معمولاتِ مشائخ‘‘ سے یہ ہم نے جو کچھ نقل کیا، اس سلسلہ میں یہ بتا دینا بھی مفید اور کارآمد ہوگا کہ احکام شریعت کے خلاف قدم بڑھانا، اپنے لیے برکتوں کے دروازے بند کرنا اور نحوست وافلاس اور فقر وتنگ دستی کو دعوت دینا ہے۔

اس تقدیر پر اور بہت لوگ ایسے نکل سکتے ہیں کہ دانستہ، مضرتوں میں گرتے اور پھر بلاؤں میں گھر کر خود کا علاج ڈھونڈتے ہیں۔ دعائیں کرتے ہیں اور اس باب میں دعائیں ان کے حق میں قبول نہیں ہوتیں۔ سبب ظاہر ہے کہ یہ کام خود انہوں نے اپنے ہاتھ سے کیے ہیں۔ مثلاً حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

''تین شخص اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا قبول نہیں ہوتی، ایک وہ جس کے نکاح میں کوئی بدخلق عورت ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے، دوسرا وہ جس کا کسی پر کچھ آتا تھا اور اس کے گواہ نہ کرے، تیسرا وہ جس نے سفیہ (بے عقل) کو مال سپرد کردیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''سفیہوں کو اپنا مال نہ دو'' --- [حاکم]

ایک اور حدیث شریف میں ایسے ہی تین اور ارشاد فرمائے:

''ایک وہ کہ ویرانے مکان میں اترے، دوسرا وہ مسافر کہ سرراہ مقام کرے، یعنی سڑک سے بچ کر نہ ٹھہرے [طبرانی)، تیسرا وہ جس نے خود اپنا جانور چھوڑ دیا، اب خدا سے دعا کرتا ہے کہ اسے روک دے'' ---

تو یہ چھ ہوئے، جن کی نسبت تصریح فرمائی کہ ان کی دعا قبول نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ جب دعا قبول نہ ہوگی، برکت جائے گی، پریشانی آئے گی، اضطراروبے قراری میں اضافہ ہوگا اور افلاس وتنگ دستی منہ چڑائے گی اور ان امور میں عدم قبول کا سبب ظاہر کہ یہ کام خود اپنے ہاتھوں کیے ہیں۔

ویرانے مکان میں اترنے والا اس کی مضرتوں سے آگاہ ہے، پھر اگر وہاں چوری ہو یا کوئی لوٹ لے یا جن ایذا پہنچائیں، تو یہ باتیں خود اس کی قبول کی ہوئی ہیں، اب کیوں ان کے رفع کی دعائیں کرتا اور گھبراتا ہے۔

یوں ہی جب راستہ پر قیام کیا تو ہر قسم کے لوگ گزریں گے، اب اگر چوری ہو جائے یا ہاتھی، گھوڑے کے پاؤں یا کسی اور سواری سے کچھ نقصان پہنچ جائے یا رات کو سانپ وغیرہ سے ایذا پہنچے، تو اس کا اپنا کیا ہوا ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

''شب کو سرراہ نہ اترو کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے جسے چاہے راہ پر پھیلنے کی اجازت دیتا ہے'' ---

ظاہر ہے کہ اس کی خلاف ورزی نحوست ہی لائے گی اور جانور بلکہ اپنے کسی مال کو بلاحفاظت بے احتیاطی سے چھوڑ کر یہ دعا کرنا کہ اللہ اس کی حفاظت کر، ظاہر حماقت ہے۔ کیا واحدِ قہار کو آزمانا یا معاذ اللہ اسے اپنا محکوم ٹھہرانا ہے۔

اور عورت کی نسبت صحیح حدیث سے ثابت کہ ٹیڑھی پسلی سے بنی ہے، اس کی کجی ہرگز نہ جائے گی، سیدھا کرنا چاہو تو ٹوٹ جائے گی اور اس کا ٹوٹنا یہ ہے کہ طلاق دے دی جائے، پس یا تو آدمی اس کی کجی پر صبر کرے یا طلاق دے دے۔ یہ کہ نہ طلاق دیتا ہے نہ صبر کرتا ہے بلکہ بددعا دیتا ہے، خواہ خود کو یا عورت کو اور روز روز کی کل کل سے گھبرایا گھبرایا، بوکھلایا بوکھلایا پھرتا ہے، اب گھر میں نحوست نہ آئے گی تو کیا رحمت و برکت کی بارش ہوگی۔

اور سفیہ ناتجربہ کار، ناقابلِ اعتماد کو مال دے کر جب گواہ نہ کیے تو خود اپنا مال ہلاکت میں ڈالا۔ سفیہ کو دینا بربادی کے لیے پیش کرنا ہے، پھر دانستہ مضرت میں گر کر برکت کی دعا مانگنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ:

خویشتن کردہ را علاجے نیست

علمائے کرام و صوفیائے عظام نے اس موقع کی مناسبت سے اور بھی ایسے لوگ گنائے ہیں جو خود کردہ کا علاج ڈھونڈتے ہیں۔

(۱)...... مثلاً جو بغیر کسی سخت مجبوری کے رات کو ایسے وقت گھر سے باہر نکلے کہ لوگ سو گئے ہوں، پاؤں کی پہچل راستوں سے موقوف ہوگئی۔

صحیح حدیث میں اس سے ممانعت فرمائی کہ اس وقت بلائیں منتشر ہوتی ہیں۔

(۲)...... یا رات کو دروازہ کھلا چھوڑ دے۔

(۳)...... یا بغیر اللہ بسم اللّٰہ پڑھے بند کرے کہ شیطان اسے کھول سکتا ہے اور جب بسم اللّٰہ پڑھ کر داہنا پاؤں مکان میں رکھے تو شیطان کہ ساتھ آیا تھا، باہر رہ جاتا ہے اور جب بسم اللہ پڑھ کر دروازہ بند کرے تو اس کے کھولنے پر قدرت نہیں رکھتا۔

(۴)...... یا کھانے پینے کے برتن بسم اللّٰہ کہہ کر نہ ڈھانکے کہ بلائیں اترتی اور خراب کر دیتی ہیں، پھر وہ طعام و مشروب بیماریاں لاتے ہیں۔

(۵)...... یا بچے کو مغرب کے وقت باہر نکالے کہ اس وقت شیاطین منتشر ہوتے ہیں۔

(۶)...... یا کھانے سے فارغ ہو کر بے ہاتھ دھوئے سو رہے کہ شیطان چاٹتا ہے اور

معاذ اللہ برص کا باعث ہوتا ہے۔

⑦...... یا غسل خانہ میں پیشاب کرے کہ اس سے وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔

⑧...... یا چھجے کے قریب سوئے اور چھت پر روک نہ ہو کہ گر پڑنے کا احتمال ہے۔

⑨...... یا عورت سے ہم بستری کے وقت بسم اللہ نہ کہے کہ شیطان شریک ہو جاتا ہے اور اپنا عضو اس کے عضو کے ساتھ داخل کرتا ہے جس کے باعث بچہ انسان و شیطان دونوں کے نطفے سے بنتا اور پھر برا تخم برا ہی پھل لاتا ہے۔

⑩...... یا کھانا بغیر بسم اللہ کے کھائے کہ شیطان ساتھ کھاتا اور جو طعام چند مسلمانوں کو کفایت کرتا، ایک ہی کے کھانے میں فنا ہو جاتا ہے۔

⑪...... یا زمین کے سوراخوں میں پیشاب کرے کہ کبھی سانپ وغیرہ جانوروں کا گھر یا جن کا مکان ہوتا ہے اور انسان ایذا پاتا ہے۔

⑫...... یا اپنی خواہ اپنے دوست کی کوئی چیز پسند آئے تو اس پر نظر بد دور کرنے کی دعا اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلَیْهِ وَ لَا تَضُرَّهٗ مَا شَاءَ اللهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ نہ پڑھے کہ نظر حق ہے۔ مرد کو قبر اور اونٹ کو ریگ میں داخل کر دیتی ہے۔

⑬...... یا تنہا سفر کرے کہ فساق انس و جن سے مضرت پہنچتی ہے اور ہر کام میں دقت پیش آتی ہے۔

⑭...... یا ہنگام جماع، شرمگاہِ زن کی طرف نگاہ کرے کہ معاذ اللہ اپنے یا بچے یا دل کے اندھے ہونے کا باعث ہے۔

⑮...... یا اس وقت باتیں کرے کہ بچے کے گونگے ہونے کا احتمال ہے۔

⑯...... یا کھڑے کھڑے پانی پیا کرے کہ دردِ جگر کا مورث ہے۔

⑰...... یا پاخانہ میں بغیر بسم اللہ اور اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ کے جائے کہ خبیث (مرد، خواہ عورت) جن سے مضرت کا اندیشہ ہے۔

⑱...... یا لوگوں کے راستوں میں خواہ ان کی نشست و برخاست کی جگہ پاخانہ، پیشاب کرے یا کوڑا کرکٹ ڈالے یا اوپر سے پانی وغیرہ پھینکے کہ ان کے ملوث ہونے کا اندیشہ ہو تو آپ ہی گالیاں کھائے گا۔

⑲...... یا سفر سے پلٹ کر بغیر اطلاع کیے رات کو اپنے گھر میں چلا آئے کہ مکروہ

دیکھنے کا احتمال ہے۔

(۲۰)...... یا فاسقوں، فاجروں، بدوضعوں، بدمذہبوں کے پاس نشست و برخاست کرے، ان سے میل جول، خلط ملط رکھے، ان سے مشورہ لے، ان پر اعتماد کرے کہ لوگوں کے نزدیک انہیں میں شمار ہوگا اور پھر محبت تو اپنا رنگ لاتی ہی ہے، ان کا رنگ چڑھ جائے تو دین و ایمان کے رخصت ہونے یا قلبی بیماریوں کے پیدا ہونے کا خطرہ سامنے موجود اور اگر بالفرض صحبتِ بد کے اثر سے بچا تو متہم و بدنام ضرور ہو جائے گا اور مثل مشہور ہے: بد اچھا، بدنام برا۔ پھر عقیدہ کی بدنامی، عمل کی بدنامی سے بدر جہا بدتر۔

یہ اور اس قسم کے صدہا امور و آداب احادیثِ کریمہ میں ماثور اور علمائے اہلِ سنت کے فتاویٰ کتب میں مذکور ہیں۔

خدا توفیق دے اور جو یہاں ذکر کیے گئے وہی ذہن نشین رہیں تو رحمتِ خداوندی کو توجہ فرماتے اور برکتوں کے نزول میں کیا دیر لگتی ہے۔

اسبابِ غنا و فراخ دستی

(ذیل میں ان اسباب کا ذکر ہے جن کی برکت سے خوش حالی و فراخ دستی نصیب ہوتی ہے)

(۱)......نمازِ اشراق، یعنی طلوعِ آفتاب کے کم از کم بیس منٹ بعد، دو یا چار نفل پڑھنا۔

(۲)...... چاشت کی نماز کی پابندی کرنا۔ دولت بے زوال میں لکھا ہے کہ دو چیزیں کبھی جمع نہیں ہو سکتیں، مفلسی اور چاشت کی نماز، یعنی جو کوئی چاشت کی نماز کا پابند ہوگا، کبھی مفلس نہ ہوگا۔

(۳)......ایام بیض یعنی ہر مہینے کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ کو روزہ رکھنا۔

فتوح الاوراد میں منقول ہے کہ تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جو کوئی ایام بیض کے روزے رکھے اس کے رزق میں وسعت ہوگی، دنیاوی آفتوں سے محفوظ رہے گا اور دونوں جہاں میں برکتوں سے مالا مال۔

(۴)......سورۂ واقعہ کا ہمیشہ بالخصوص بعد مغرب پڑھتے رہنا۔

(۵)...... مردوں کو اوّل وقتِ فجر میں، سنت فجر اپنے گھر پڑھ کر، فرض نماز کے لیے مسجد میں جانا کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ جس شخص نے فجر کی سنتیں اپنے گھر میں پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کا رزق کشادہ کرتا ہے، اس کے اعزہ و اقارب کا جھگڑا اس سے کم ہو جاتا ہے

اوراس کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے۔

⑥......نمازِ پنجگانہ کے لیے اذان کا جواب دینا اوراس کا احترام بجالانا، کہ لیٹا ہوا بیٹھ جائے، اورادو وظائف بلکہ تلاوتِ قرآن موقوف کردے، سرپر ٹوپی دوپٹہ وغیرہ ڈال دے۔ ہرگز ہرگز دنیا کی کوئی بات نہ کرے کہ ایمان میں خلل آنے کا اندیشہ ہے۔

⑦......دینی معلومات فراہم کرنے کی کوشش میں لگا رہنا۔

⑧......دوسروں تک علم دین پہنچانا اگرچہ قرآن کی ایک آیت یا دین کا ایک مسئلہ، کہ دوسروں کو تم سے جو خیر پہنچے وہ تمہارے لیے مبارک ہے۔

⑨......خدا توفیق دے تو نماز تہجد پڑھتے رہنا۔

⑩......توبہ واستغفار کرنا، بالخصوص فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان ستر بار۔

⑪...... مردوں کو حکم شرعی کے مطابق چاندی کی انگوٹھی میں عقیق سرخ استعمال کرنا موجبِ برکت بھی ہے اور دردِ جگر کو نافع بھی۔

⑫......گھر میں آیۃ الکرسی اور سورۂ اخلاص پڑھتے رہنا۔

⑬......صبح کے وقت یا بعد عصر، یا مغرب وعشاء کے مابین نہ سونا۔

⑭...... ہرنماز کے بعد تسبیح فاطمہ پڑھنا۔ یعنی ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر۔

⑮......قرآن مجید اور دینی کتابیں دینی مدرسوں کے لیے وقف کرنا۔

⑯......والدین کی خدمت میں مصروف رہنا۔

⑰......سورۂ مزمل اور سورۂ نباء کی تلاوت کم از کم ایک بار کرلینا اور سورۂ ملک بعد عشاء پڑھ کر سو رہنا اور شبِ جمعہ میں سورۂ کہف پڑھنا۔

⑱......سرکہ گھر میں رکھنا۔

⑲......عاشورۂ محرم میں مسکینوں کو کھانا کھلانا کہ آج کے روز جو چیز دوسروں کو کھلائی، پلائی جاتی ہے سال بھر تک اس میں برکت رہتی ہے، اس لیے مسلمانوں میں حلیم کا عمل جاری ہے۔

⑳......درود شریف بکثرت پڑھنا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلَیْہِ وَ عَلٰی کُلِّ مَنْ ھُوَ مَحْبُوْبٌ وَّ مَرْضِیٌّ لَّدَیْہِ



صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟

زمیں حیراں ہے ساکت آسماں ہے　　فضاؤں سے بھی تاریکی عیاں ہے
تأسف کا ، تحیر کا سماں ہے　　سراپا مسجد اقصیٰ فغاں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟
جسے خیبر سے دھتکارا وہی ہے　　یہی ہے دشمنِ مسلم یہی ہے
متاعِ دین و ایماں لٹ رہی ہے　　مگر غافل حرم کا پاسباں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟
ہے موقع دامنِ عصیاں کو دھو لو　　اگرچہ کڑوی ہو ، حق بات بولو
مسلمانو! خدارا آنکھیں کھولو　　سنو! القدس سے تم کو اذاں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟
بہت دشوار امت پر گھڑی ہے　　تباہی اس کے دروازے کھڑی ہے
حکمراں کو سیاست کی پڑی ہے　　مگن کھیلوں میں اپنا نوجواں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟
عرب کے پاس دولت کا ذخیرہ　　عجم کے پاس ایٹم بم کا ہیرہ
یہی کیا اہلِ حق کا ہے وتیرہ　　زباں رکھتے ہوئے بھی بے زباں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟
نہتوں پر مظالم ڈھا رہا ہے　　یہودی بزدلی دکھلا رہا ہے
یہ گیدڑ شہر کی سمت آ رہا ہے　　خود اپنی موت کی جانب رواں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟
فقط باتوں کا کوئی پھل نہیں ہے　　اثر یہ مسئلے کا حل نہیں ہے
مسلماں کی جبیں پر بل نہیں ہے　　یہ کیا ناواقفِ سود و زیاں ہے؟
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے؟

شاہین اقبال اثر



نقشہ اوقاتِ نماز برائے بصیر پور شریف و مضافات---ماہ نومبر

تاریخ	صبح صادق، ابتدائے فجر وختم سحری	طلوعِ آفتاب، انتہائے فجر	ضحوۂ کبریٰ	ابتداء وقتِ ظہر	اخیر مثلِ اوّل	اخیر مثلِ دوم آغاز وقتِ عصر	غروبِ آفتاب (افطار) وقتِ مغرب	ابتداء وقتِ عشاء
-	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا	سیکنڈ منٹ گھنٹا
1	4:57:25	6:18:50	11:07:21	11:48:15	2:55:23	3:41:17	5:17:17	6:38:41
2	4:58:05	6:19:37	11:07:16	11:48:13	2:54:46	3:40:31	5:16:28	6:37:58
3	4:58:45	6:20:24	11:07:12	11:48:13	2:54:10	3:39:46	5:15:39	6:37:17
4	4:59:26	6:21:12	11:07:09	11:48:13	2:53:35	3:39:02	5:14:52	6:36:36
5	5:00:07	6:22:00	11:07:07	11:48:14	2:53:01	3:38:19	5:14:07	6:35:58
6	5:00:49	6:22:48	11:07:05	11:48:16	2:52:28	3:37:37	5:13:22	6:35:20
7	5:01:30	6:23:36	11:07:05	11:48:18	2:51:55	3:36:56	5:12:39	6:34:44
8	5:02:12	6:24:25	11:07:05	11:48:22	2:51:24	3:36:17	5:11:58	6:34:10
9	5:02:54	6:25:15	11:07:06	11:48:26	2:50:54	3:35:39	5:11:18	6:33:37
10	5:03:36	6:26:04	11:07:07	11:48:31	2:50:26	3:35:02	5:10:39	6:33:06
11	5:04:18	6:26:54	11:07:10	11:48:37	2:49:58	3:34:26	5:10:02	6:32:36
12	5:05:01	6:27:44	11:07:13	11:48:44	2:49:32	3:33:52	5:09:26	6:32:08
13	5:05:44	6:28:34	11:07:18	11:48:52	2:49:06	3:33:19	5:08:51	6:31:41
14	5:06:27	6:29:24	11:07:23	11:49:01	2:48:42	3:32:48	5:08:19	6:31:16
15	5:07:10	6:30:15	11:07:29	11:49:10	2:48:20	3:32:18	5:07:48	6:30:52
16	5:07:53	6:31:05	11:07:35	11:49:20	2:47:58	3:31:49	5:07:18	6:30:30
17	5:08:36	6:31:56	11:07:43	11:49:32	2:47:38	3:31:22	5:06:50	6:30:10
18	5:09:19	6:32:47	11:07:51	11:49:44	2:47:19	3:30:56	5:06:23	6:29:51
19	5:10:03	6:33:38	11:08:01	11:49:56	2:47:01	3:30:32	5:05:59	6:29:33
20	5:10:46	6:34:28	11:08:11	11:50:10	2:46:45	3:30:10	5:05:35	6:29:18
21	5:11:29	6:35:19	11:08:22	11:50:24	2:46:30	3:29:49	5:05:14	6:29:03
22	5:12:13	6:36:10	11:08:33	11:50:39	2:46:17	3:29:29	5:04:54	6:28:51
23	5:12:56	6:37:00	11:08:46	11:50:55	2:46:05	3:29:11	5:04:35	6:28:40
24	5:13:40	6:37:51	11:08:59	11:51:12	2:45:54	3:28:55	5:04:19	6:28:30
25	5:14:23	6:38:41	11:09:13	11:51:30	2:45:45	3:28:40	5:04:04	6:28:22
26	5:15:06	6:39:31	11:09:28	11:51:48	2:45:38	3:28:27	5:03:51	6:28:16
27	5:15:49	6:40:21	11:09:44	11:52:07	2:45:31	3:28:16	5:03:39	6:28:11
28	5:16:32	6:41:11	11:10:01	11:52:26	2:45:27	3:28:06	5:03:30	6:28:08
29	5:17:15	6:42:00	11:10:18	11:52:47	2:45:23	3:27:58	5:03:21	6:28:06
30	5:17:58	6:42:49	11:10:37	11:53:08	2:45:22	3:27:52	5:03:15	6:28:06

● ...... **گھڑیاں درست رکھیں**

Book No. 35 Serial No. 11
Nov-2023
Monthly "NOOR-UL-HABIB" Basirpur
Regd No. PS / CPL - 25
ISSN 1993-4238

یارحم العالمین
یارب العالمین
گنجینۂ علم و حکمت ہے دربارِ محمد نور اللہ
اس مکتبِ نوریں میں شام و سحر انوار کی بارش ہوتی ہے
مظہر غوث اعظم نائب ابو حنیفہ حجۃ الارض
أَغِيثُونِي يَا عِبَادَ اللهِ رَحِمَكُمُ الله

42 واں سالانہ
عظیم الشان
عرس مبارک
فقیہِ اعظم
حضرت مولانا ابو الخیر مفتی محمد نور اللہ نعیمی قادری

13-14 جنوری 2024ء
بروز ہفتہ، اتوار
1/2 رجب المرجب ۱۴۴۵ھ

صدارت
جانشین فقیہ اعظم
حضرت علامہ صاحبزادہ پیر مفتی محمد محب اللہ نوری قادری
سجادہ نشین آستانہ عالیہ نوریہ
مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف

پروگرام
ان شاء اللہ

13 جنوری بروز ہفتہ

بعد نماز فجر:	قرآن خوانی
9- بجے صبح:	ختم دلائل الخیرات ختم غوثیہ غسل مزار شریف
نشست اول:	بعد نماز ظہر 12:50 تا 4 بجے سہ پہر
نشست دوم:	بعد نماز عشاء 7:40 تا 11:30 بجے شب

14 جنوری بروز اتوار

بعد نماز فجر:	قرآن خوانی
نشست اول:	8:30 تا 11:30 بجے دوپہر
نشست دوم:	بعد نماز ظہر 12:50 تا 4 بجے سہ پہر
نشست سوم:	بعد نماز عشاء 7:40 تا 1 بجے شب

عالم اسلام کی ممتاز دینی درسگاہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف
کا 85 واں سالانہ
اجلاس
دستار فضیلت و تقسیم اسناد

شجرہ شریف ختم شریف
14 جنوری
خصوصی دعا
1 بجے شب

Youtube Thenoorigroup
LIVE Thenoorigroup

منجانب: بزم غلامانِ فقیہ اعظم پاکستان بصیر پور شریف ضلع اوکاڑہ
رابطہ نمبر: 0345-7526622
0306-5696666